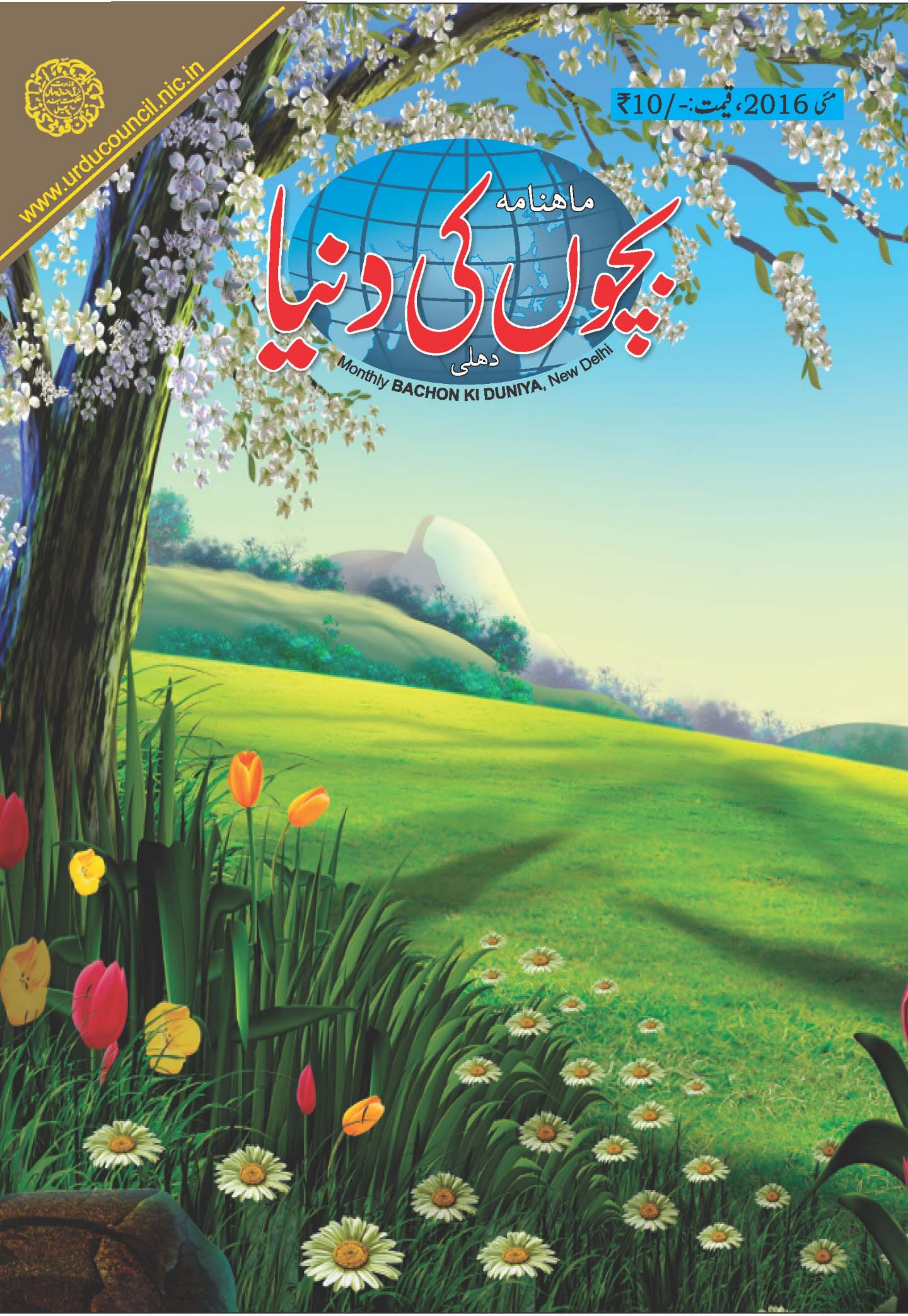
www.urducouncil.nic.in
مئی 2016، قیمت:- /10₹
ماھنامہ
بچوں کی دنیا
دھلی
Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اُردو دُنیا
دہلی
Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

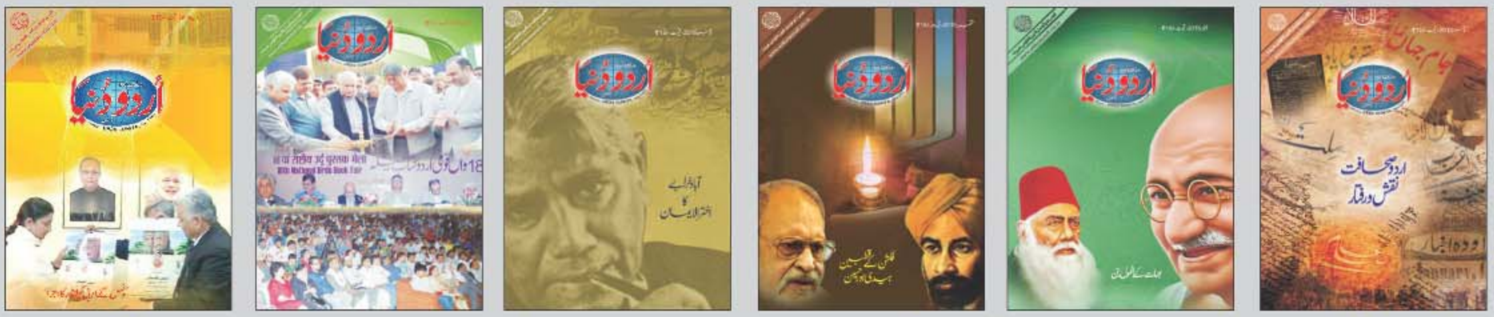

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے ،اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سیمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظرِ عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159
E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

اس شمارے میں

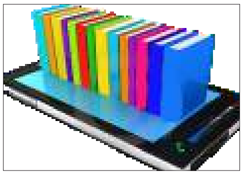
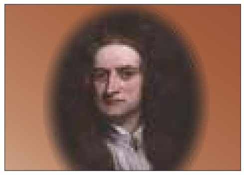

زمرہ	عنوان	مصنف	صفحہ
مدیر کا خط	آپس کی باتیں	مدیر	04
بڑوں کی باتیں	ڈاک خانہ	ادارہ	05
مضامین	بال پوائنٹ پین		
	جس کے سب ہیں فین	بانو سرتاج	06
	سر آئزک نیوٹن	محمد اطہر مسعود خاں	10
	ماحول کا جائزہ	فضل عالم	15
	کتاب	قاری ایم ایس خان	18
نظمیں	اردو زباں	سہیل عالم	20
	صفائی	احمد امام	21
	بیٹیاں	محمد واثق ندیم	22
کہانی	ذہانت اور عقل مندی	تنویر پھول	23
گفتگو	مکالمہ	انصاری عربینہ محمد حبیب	26
نظم	کیا ملتا ہے	ڈاکٹر ضیاء الرحمن جعفری	29
سائنس کی الف لیلہ	رانگا ایک نرالی دھات...سکٹف اور سکٹف		30
نظمیں	تتلی رانی	شگفتہ انجم زیبا	35
	کتنے بندر؟	خان نظمی جھانسوی	36
	میری خالہ جان	مناظر حسن شاہین	37
کہانیاں	بہادری کو سلام	ایم رحمن	38
	لفظوں کی مہک	رحیم رضا	41
	دور کے ڈھول سہانے	رابعہ عظیم	44
	لگن	محمد قیوم میو	47
نظم	آم	محمد وکیل	50
کہکشاں	چمن چمن کے پھول		51
	معلومات کی کسوٹی	تنظیم عبدالحکیم انصاری	52
	ادبی مشغلہ	ستار فیضی	53
	پیسا کا جھکا مینار	سہیل احمد انصاری	54
	اچھی باتیں	سرفراز خان	54
	حیدرآباد کے کچھ مشہور و اہم سیاحتی مقامات		56
لطائف	ہنسی کے غبارے		57
ننھے فنکار	چالاک لومڑی	رابعہ جان	58
	گردشِ زندگی	کریم النسا جعفری	58
	بچوں کی پینٹنگ		59
آپ کی باتیں	اردو فیس بک		61

بچوں کی دنیا

جلد:4 شمارہ:5 مئی 2016

مدیر : پروفیسر سید علی کریم (ارتضیٰ کریم)

نائب مدیر :ڈاکٹر عبدالحی

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارتِ ترقی انسانی وسائل۔ محکمۂ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025
فون:49539000
شعبہ ادارت:49539009-11
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10روپے، سالانہ/100روپے

- اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی-110066
فون:26109746
ای میل:sales@ncpul.in
ncpulsaleunit@gmail.com

علاقائی مرکز: 22-7-110، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ
کمپلکس بلاک نمبر 5-1، پتھرگٹی، حیدرآباد-500002
فون: 040-24415194

آپس کی باتیں

دوستو! امتحانات ختم ہوئے اور چھٹیوں کا موسم آ گیا۔ ہمیں امید ہے کہ آپ سب کے امتحانات اچھے ہوئے ہوں گے اور آپ سب اچھے نمبروں سے کامیاب ہوں گے۔ چھٹیوں کے بعد جب آپ کے اسکول کھلیں گے تو آپ سب نئے دوستوں سے ملیں گے، نئے کلاس روم ہوں گے اور نئی نئی کتابیں اور نئی دلچسپیاں آپ کا انتظار کررہی ہوں گی۔ اچھا یہ بتائیں چھٹیوں میں آپ سب کا پلان کیا ہے؟ چھٹیاں ہم سب کے لیے نہ صرف یہ کہ ڈھیر ساری تفریحات لے کرآتی ہیں بلکہ کچھ سیکھنے، سوچنے اور نیا کرنے کا بھی موقع فراہم کرتی ہیں۔

ابھی آپ سب چھٹیوں کا مزا لیں، خوب کھیلیں، خوب تفریح کریں لیکن ساتھ ہی کچھ نیا سیکھنے کی بھی کوشش کریں کیونکہ چھٹیوں کو یونہی گزار دینا بھی ٹھیک نہیں۔ چھٹیوں کا مزا تب ہی ہے جب آپ کچھ ایسا سیکھیں جو نہ صرف آپ کو تفریح فراہم کرے بلکہ آپ کے اندر مختلف علوم وفنون سے روبرو ہونے کا جذبہ بھی جگائے۔ مثلاً اگر آپ گھومنے پھرنے کے شوقین ہیں تو کسی غیرملکی زبان کو سیکھیں۔ جب آپ تھوڑی بہت سیکھ لیں گے تو کسی نئے مقام پر وہاں کے باشندوں سے آپ ہائے ہیلوان کی زبان میں کریں گے تو آپ کے گھر والے بھی خوش ہوں گے اور خود آپ بھی۔ اسی طرح پینٹنگ، ڈیزائننگ، کمپیوٹر کورس، کوکری، کرکٹ، کراٹے، گھر سجاوٹ، میک اپ جیسے ہابی کلاس جوائن کرسکتے ہیں۔ آپ کچھ نیا سیکھ لیں گے اور چھٹیوں کے بعد جب اپنے نئے دوستوں سے ملیں گے تو ان پر اچھا اثر پڑے گا۔ اس کے علاوہ چھٹیوں میں آپ غیر درسی کتابیں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ایسی کتابیں جن میں تاریخ وتمدن، تہذیب، زبان، شخصیات وغیرہ پر مضامین ہوں۔ کتابیں سب سے اچھی دوست ہوتی ہیں اور ہمیں ڈھیر ساری معلومات بھی دیتی ہیں۔ درسی کتابوں سے جہاں ہم تعلیم کے میدان میں آگے بڑھتے ہیں وہیں غیر درسی اچھی کتابیں ہمیں معلومات اور ڈھیر ساری نئی جانکاریاں فراہم کرتی ہیں۔ چھٹیوں میں آپ دوسری مشغولیات ومصروفیات بھی اپنا سکتے ہیں۔ اپنے آس پاس دیکھیں کہ کہیں کوئی ایسا بچہ تو نہیں جس کے پاس کتابیں نہیں اور وہ اسکول نہیں جارہا ہے۔ آپ انھیں پرانی کتابیں دیں اُسے ایک گھنٹہ روزانہ پڑھائیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو یقیناً یہ ایک ایسا بڑا کام ہوگا جو آپ کو بہت زیادہ خوشی دے گا اور آپ کی کوشش سے اگر اس بچے نے کچھ پڑھنا لکھنا سیکھ لیا تو اس کا پورا کریڈٹ آپ کو جائے گا۔ علم ایسا تحفہ ہے جسے جتنا تقسیم کیا جائے اس میں اتنا ہی اضافہ ہوتا ہے۔ اس لیے آپ سب اپنی تعلیم وتربیت کا یہ مقصد بنالیں کہ زندگی کے کسی موڑ پر بھی علم بانٹنے کا موقع ملے تو آپ سب ضرور ایسا کریں گے۔

دوستو! مئی کے اس شمارے سے 'بچوں کی دنیا' نے تین سال مکمل کرلیے ہیں۔ اِس رسالے نے آغاز سے ہی بچوں کے ساتھ ساتھ بڑوں بوڑھوں کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ 'بچوں کی دنیا' میں ملک کے ممتاز قلم کاروں کے ساتھ ساتھ نئے لکھنے والوں کی تحریریں بھی شائع ہوتی ہیں۔ ہم نے کئی نئے کالم بھی شروع کیے ہیں جنھیں آپ سب بے حد پسند کررہے ہیں۔ کہکشاں، معلومات کی کسوٹی، ہنسی کے غبارے، چمن چمن کے پھول وغیرہ کالموں کے لیے آپ کی ڈھیر ساری تحریریں موصول ہوتی ہیں اور ہمیں اس رسالے کو مزید بہتر بنانے اور سنوارنے کا حوصلہ عطا کرتی ہیں۔ اس رسالے کو کامیاب بنانے میں آپ سب کا تعاون شامل رہا ہے۔ آپ کی محبتیں ہمیشہ ہمارے ساتھ رہی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ سب اسی طرح 'بچوں کی دنیا' کے ساتھ رہیں گے اور اپنی پسند اور ناپسند سے بھی آگاہ کرتے رہیں گے۔

آپ کا

پروفیسر سید علی کریم (ارتضیٰ کریم)

ڈاک خانہ

❑ تقریباً سات آٹھ مہینوں سے 'بچوں کی دنیا' کا مطالعہ کررہا ہوں۔ رسالہ کے معیار اور کامیابی نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔

محمد عمران احمد شجر، نگر پریشد اردو ہائی اسکول، انجن اوس، سورجی، ضلع امراؤتی

❑ ماہ فروری 2016 کا شمارہ اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے۔ آپس کی باتیں، ڈاک خانہ، میں آؤں، نظمیں، کہانیاں، سائنس کی الف لیلہ، قسط وار ناول، کہکشاں، ننھے فنکار، وغیرہ دل کو چھو لینے والے ہیں مگر رسالے میں اپنا خط نہ پا کر بہت ہی مایوسی ہوئی جبکہ میں ہر ماہ رسالہ 'بچوں کی دنیا' کے نام خط لکھتا ہوں۔

پیرزادہ محراج الدین، پوسٹ آفس سلّر، کشمیر

❑ میں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بے حد مشکور ہوں کہ انہی کی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ ایک دلچسپ اور معلومات سے بھر پور رسالہ بڑوں اور بچوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جس سے ہر چھوٹا اور بڑا فیضیاب ہو رہا ہے۔ ہمارا بیٹا شاہ احتشام اختر، ہمارے بڑے بھائی جان کے فرزند شاہ فرحان اختر، شاہ زیب اختر دختر صنوبر فاطمہ ہر مہینے اس رسالے کا بڑی بے صبری سے انتظار کرتے ہیں۔ بچوں کی دنیا سے والہانہ محبت اور دلچسپی کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔

توحید اقبال یوسف شاہ، تاج نگر چاندور بازار، ضلع امراؤتی، مہاراشٹر

❑ 'بچوں کی دنیا' کا فروری 2016 کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ ماہنامہ بچوں کی دنیا اپنی ظاہری اور باطنی خوبیوں سے بھرا ہوا

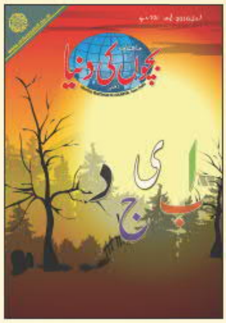

ہے۔ حمد، نعت، اصلاحی نظمیں اور خوش فکر شاعروں کی غزلیں ہر ماہ رسالے کا معیار بلند کرنے میں لگی ہیں۔ سبھی نگارشات قابلِ داد ہیں۔ 'میں آؤں' مضمون بہت پسند آیا۔ 'سوسنار کی ایک لوہار کی' کہانی قابلِ تعریف ہے۔ 'بچوں کی دنیا' بچوں کے لیے ایک بہترین انمول تحفہ ہے۔ ویسے تو بڑے بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

وائی محمد فضل اللہ رومی، رومی منزل، پھول باغ، آمبور، تمل ناڈو

❑ 'بچوں کی دنیا' ایک ایسا رسالہ ہے جو ایک بار پڑھتا ہے اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے، ایسا رسالہ ہے جو کئی خوبیوں کا مالک ہے۔ ہر فرد کے لیے بہترین رسالہ ہے۔ یہ رسالہ میرے بے تاب دل کو راحت اور بے قرار مضطرب روح کو تسکین کا بہترین سامان فراہم کر رہا ہے۔

ریاض الرحمٰن اکرمی، بیت الحمد بین، مکان نمبر 55، بھٹکل (کرناٹک)

❑ ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کا تازہ شمارہ زیر مطالعہ ہے۔ ماشاء اللہ طباعت، کتابت کے حسن کے ساتھ اس کے مشمولات کافی اہم اور معلوماتی ہیں۔ میری بیٹی نے جو تھاما تو پہروں لگ گئے اپنی تحویل میں لینے کے لیے۔ روایتی نظموں اور کہانیوں کے علاوہ جدید معلوماتی مضامین کمپیوٹر سائنس کے تعلق سے پسند آئے۔ رسالہ کافی دیدہ زیب ہے اور کم و بیش علم و ادب کے سبھی گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اسماعیل پرواز، 243، بیلی لس روڈ، ہاوڑہ، ویسٹ بنگال

بانو سرتاج

بال پوائنٹ پین : جس کے سب ہیں فین

پرانے زمانے میں لکھنے کے لیے قلم استعمال کیا جاتا تھا۔ قلم سے لکھنے پر خوش خط لکھا جاتا تھا کیونکہ حروف جما جما کر لکھے جاتے تھے۔ پھر اسٹیل اور پیتل کی نِب والے روشنائی کے فاؤنٹن پین بننے لگے۔ بچوں بڑوں سب کے ہاتھوں میں یہی پین نظر آنے لگے۔ یہ پین بھی بڑی حد تک ٹھیک تھے کیونکہ اس میں نِب کو دبا کر لکھنا پڑتا تھا مگر جب بال پوائنٹ پین ایجاد ہوئے تو ہر کوئی ان کا گرویدہ بن گیا۔

آج ہم پین کی کہانی مختصراً اور بال پوائنٹ پین کی کہانی تفصیلاً پڑھیں گے۔

لاطینی زبان کے Pann سے لفظ پین کی تخلیق ہوئی۔ Pann کے معنی ہیں پر یا پنکھ۔

بھارت میں تقریباً چار ہزار برس قبل لکھنے کا آغاز ہوا۔ یونانیوں نے بھی چار ہزار برس قبل لکھنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ وہ دھات، ہڈی یا ہاتھی دانت سے بنے قلم استعمال کرتے تھے۔ مصر میں تانبے کے ٹکڑوں کو قلم کی طرح استعمال کیا جاتا تھا۔ چین میں اونٹ کے بالوں سے برش بنائے جاتے جو پینٹنگ کے لیے استعمال کیے جاتے۔

ابتدا میں پتوں اور مٹی کے ڈھیلوں پر سرکنڈے کی ٹہنیوں سے، پتھروں پر اشاروں اور تصاویر کی زبان نوکیلی چھینی سے، موم لپٹی چٹانوں پر ہاتھی دانت یا دھاتوں کی قلم سے لکھا جاتا تھا۔ پھر ٹیوب جیسی گھاس سے اسپلٹ (Split) پین بنایا گیا جسے سیاہی میں ڈبو کر پے پائے گورس Pai pai gorus یا

پے پر (Paper) پر لکھا جاتا تھا۔

سرکنڈے اور پروں کے بعد ہولڈر کا زمانہ آیا۔ لکڑی کے ہولڈر میں دھات کی نب لگائی جاتی۔ دوات میں سیاہی ہوتی جس میں نب ڈبو کر نکالی جاتی۔ لکڑی کے علاوہ دھات کے ہولڈر بھی بنتے تھے۔

ہولڈر کے بعد فاؤنٹن پین کا زمانہ آیا۔ 1846 میں پہلی مرتبہ سیاہی سے بھری ٹنکی والے پین کی ایک فرانسیسی نے کھوج کی۔ چونکہ اس پین سے لکھتے وقت سیاہی فوارے کی طرح نکلتی تھی اس لیے اس کا نام فاؤنٹین (فوارہ) پین رکھا گیا۔ اس پین کے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ سیاہی بہت نکلتی تھی اور بار بار سیاہی بھرنا پڑتا تھا۔

تقریباً پانچ ہزار قبل روشنائی یا سیاہی ملک چین کے باشندوں نے ایجاد کی تھی۔ پتھروں میں بنائی ہوئی تصاویر کو نمایاں کرنے کے لیے کالی روشنائی درج ذیل طریقوں سے بنائی گئی تھی۔

- چیڑ کے درخت کی لکڑی کے دھوئیں کی کالک، بیل پھل کے درخت کی لکڑی کے دھوئیں کی کالک اور جانوروں کی کھال سے حاصل شدہ جیلٹن (Giletin) کو ملا کر بنائی جاتی تھی۔
- پودوں اور معدنیات سے حاصل رنگوں سے بنائی جاتی تھی۔
- کاغذ کی ایجاد کے بعد ایسی روشنائی کی ضرورت محسوس ہوئی جو کاغذ پر پھیلے نہیں۔ اس لیے کالک، تارپین اور اخروٹ کے تیل کے محلول سے روشنائی تیار کی جانے لگی جس سے بہتر نتائج برآمد ہوئے۔

1780 میں سب سے پہلے انگلینڈ میں اسٹیل کے پین کا آغاز ہوا۔

1880 میں امریکہ میں دھات کے پین رائج ہوئے۔ نب عموماً 14 کیرٹ سونے کے بنائے جاتے تھے اور اس پر اری ڈیم (Eridom) جڑ دیا جاتا تھا۔

1960 میں جاپان میں نرم نوک والے پین ایجاد ہوئے۔

1980 میں کاربائیڈ کی نوک والے بال پین مقبول ہوئے۔

1888 میں ایک امریکن جان۔ ایچ۔ لاؤڈ (John H. Loud) نے رَف کاغذ پر لکھنے کے لیے پین کو پیٹنٹ کرایا۔

ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے۔ ضرورت نے بال پوائنٹ کی ایجاد کروائی۔ کریڈٹ جاتا ہے امریکن ایئر فورس کو۔ ایئر فورس کو ایک ایسے پین کی ضرورت تھی جسے وہ فضائی سفر کے دوران استعمال کر سکے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران پائلٹوں نے شکایت کی کہ اونچائی پر کم دباؤ کے سبب ان کے پین کی سیاہی ٹپک پڑتی ہے۔ وہ ایسا پین چاہتے تھے جس کی سیاہی کاغذ پر نہ پھیلے۔ ہوا کی کمی اور High attitude کی وجہ سے اس خامی کو دور کرنے میں بال پوائنٹ پین ہی کامیاب ہوسکتا تھا جو بنا اور اتنا مقبول ہوا کہ عام آدمی بھی اسے استعمال کرنے لگا۔

بال پوائنٹ پین کی ایجاد 1949 میں ہنگری کے لیڈ سلو بیری (Ledislo Berry) نے کی تھی۔ بیری سنگ تراش تھا۔ پتھر کی مورتیاں بنا کر گزارہ کرتا تھا مگر وہ ہمیشہ یہ محسوس کرتا تھا کہ وہ سنگ تراشی کے لیے نہیں بنا ہے۔ آخر اس نے بوڈاپسٹ (Budapset) کے ایک اخبار میں پروف ریڈنگ کی ملازمت اختیار کرلی۔

کام کے دوران اس نے محسوس کیا کہ اخبار میں استعمال ہونے والے کاغذ پر فاؤنٹن پین سے آسانی سے نہیں لکھا جاتا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ کوئی ایسا پین ہو جو اخباری کاغذ پر عمدگی سے چل سکے تو کتنا اچھا ہو... وہ مسلسل سوچتا رہا

اور آخر اس نے اپنا خیال اپنے بڑے بھائی جارج پر ظاہر کیا۔ جارج نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ ہر ممکن مدد دینے کا وعدہ کیا۔ کہا ''کوشش کرو۔ تم ضرور ایسا پین بنالو گے۔''

بیری نے کام شروع کیا۔ پین کے کئی ماڈل بنائے۔ ان میں سے ایک تو دو فٹ لمبا تھا۔ وہ خود ہی ہر ماڈل کو رجیکٹ کرتا رہا۔ آخر 1938 میں جارج کی مدد سے اس نے ایک ایسا پین بنالیا جو گاڑھی سیاہی سے بھرا رہتا تھا۔ بال کی جگہ ایک چھرہ کا استعمال کیا گیا تھا۔ اتفاق سے ارجنٹینا کے صدر نے بیری کو اس پین سے لکھتے دیکھ لیا۔ انھیں وہ پین بے حد پسند آیا۔ انھوں نے دونوں بھائیوں کو ارجنٹینا میں رہ کر ایسے پین بنانے کی دعوت دی۔ 1939 میں دونوں بھائی بیونس آریَس (Bunis Aryas) میں بس گئے اور پین کو بہتر بنانے میں مصروف ہو گئے۔ سیاہی بھرنے کے لیے نلی (Riffle) بنائی، سیاہی اور پوائنٹ میں بھی سدھار کی اور 1940 میں ایسا پین بنالیا جو آج کا بال پوائنٹ پین ہے۔ انھوں نے اسے پیٹنٹ کرالیا اور فروخت کرنا شروع کر دیا۔ ان کو سب سے بڑا آرڈر رائل ایئر فورس سے ملا جنھوں نے 30 ہزار پین کا آرڈر دیا۔ مقصد یہ تھا کہ نیوی گیٹر کا فائدہ اٹھا سکیں۔ 1942 میں بال پین بازار میں فروخت ہونے لگے۔

دنیا کی سب سے عمدہ پین بنانے والی کمپنی 'پارکر' نے بیری کی اس ایجاد کے حقوق تین لاکھ ڈالر میں خرید لیے۔

ابتدا میں روشنائی کے سبب بال پین کی اہمیت کم رہی کیونکہ روشنائی کچھ عرصہ بعد اڑ جاتی تھی۔ اس لیے سرکاری کاغذات اور چیک وغیرہ پر اس کا استعمال غیر قانونی مانا گیا۔ 20 سالوں تک مسلسل تحقیق ہوئی اور ایسی روشنائی بنالی گئی جو اڑتی نہیں تھی۔

آیئے! اب بال پوائنٹ پین کی ساخت اور اس کی کارکردگی سے واقفیت حاصل کرتے ہیں:

- بال پوائنٹ پین کی باڈی (Body) پلاسٹک یا دھات کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔
- اس کا ایک Cap یا ڈھکن ہوتا ہے جو Writing Point کو کنٹرول کرتا ہے۔
- ایک اسپرنگ (Spring) ہوتا ہے جو Writing

Point کو اوپر نیچے کنٹرول کرنے یا حرکت کرنے میں مدد دیتا ہے۔

- سیاہی کی ایک رفل ہوتی ہے جو پالی تھِن سے بنی ہوئی ہوتی ہے اور جس میں مختلف رنگ بھرے ہوتے ہیں۔
- اسٹین لیس اسٹیل (Stainless Steel) یا نائلون کی ایک ملی میٹر گولائی کی ایک چھوٹی سی بال (گیند ایک سرے پر ہوتی ہے۔ یہ گیند ٹنگسٹن (Tungston) یا کاربن یوگک کی بھی ہوسکتی ہے... جو ہیرے کی طرح سخت ہوتی ہے۔ بال یا گیند کی اتنی گھِسائی کی جاتی ہے کہ سطح پر ایک ملی میٹر کے ہزارویں حصہ تک کا بھی ابھار یا گڈھا باقی نہ رہے۔ بال کو اسٹیل یا پیتل کے خول میں اس طرح رکھا جاتا ہے کہ وہ چاروں طرف گردش کر سکے پھر خول کے سرے کو ذرا سا موڑ دیا جاتا ہے تا کہ وہ نیچے نہ گرنے پائے۔
- ایک پوائنٹ ہوتا ہے جو کرون اسٹیل (Crone Steel) سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ اُس کی نوک کھردری رکھی جاتی ہے تا کہ کاغذ کو جکڑے رکھ سکے۔
- پتلی ٹیوب کے ذریعہ ٹنکی سے سیاہی بال تک پہنچتی ہے۔ اس میں سوراخ ہوتا ہے تا کہ ہوا کا دباؤ بنا رہے۔ بند ٹیوب میں سیاہی ختم ہوجانے کے بعد ویکیوم (Vacuum) پیدا ہوتا ہے جو سیاہی کو آگے بڑھنے سے روکتا ہے۔
- دھات کے خول میں اندر کی طرف لکیریں ابھری ہوئی ہوتی ہیں جو سیاہی کو بال کی چاروں طرف برابر پھیلاتی ہیں۔ اس سے بال جب بھی کاغذ پر گھمائی جاتی ہے تو لکیریں کھنچتی ہیں۔ ایک پین تقریباً ڈھائی سے ساڑھے تین کلومیٹر لمبی لائن کھینچ سکتا ہے۔

- **فوائد:** بال پوائنٹ پین کا فائدہ یہ ہے کہ دوات کی ضرورت پڑتی ہے نہ بلاٹنگ پے پر کی کیونکہ یہ سیاہی نہیں پھینکتا۔ سیاہی پھیلتی نہیں ہے۔
- **نقصان:** نقصان یہ ہے کہ بال پوائنٹ پین عام پین کی طرح چوڑے اور عمدہ اسٹروک نہیں بنا سکتا۔ دوسرے اس سے دبا کر لکھنا پڑتا ہے، ہاتھ دکھتے ہیں۔
- ترقی یافتہ اس دور میں کچھ اور پین بھی مقبول ہیں۔
- رولر پین: (Roler Pen) اس میں فائبر کی نلی میں سیاہی بھری ہوئی ہوتی ہے۔ لکھائی صاف اور زیادہ چمک دار ہوتی ہے۔
- اریزر بال پوائنٹ پین (Erazer Ball Point Pen): اس پین کی لکھائی چند گھنٹوں کے اندر مٹائی جاسکتی ہے۔ مٹائی نہ جائے تو پکی ہوجاتی ہے۔ یہ پین نقشہ بنانے والے انجینئروں اور فنکاروں میں کافی مقبول ہیں۔
- فیلٹ ٹپ (Felt Tip): اس پین میں نب قدرتی یا مصنوعی اون کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔
- فائبر ٹپ (Fiber Tip): ان کا دوسرا نام اسکیچ پین (Sketch Pen) ہے۔ اس میں نب خاص طرح کے گوند سے چپکائی ہوئی نائلون ریشوں کی ہوتی ہے جو فیلٹ سے زیادہ چلتی ہے۔
- پلاسٹک ٹپ (Plastic Tip): اس میں کھل کر بہنے والی سیاہی ایک سخت پلاسٹک سے بنی ٹپ تک پہنچتی ہے۔

■

Dr. Bano Sartaj
Opposite Akashwani, Civil Lines
Chandrapur- 442401,Maharashtra

محمد اطہر مسعود خاں

انگلستان کے ایک مشہور موضع اولستھوپ میں 1642 میں بڑے دن یعنی 25 دسمبر کو آئزک نیوٹن پیدا ہوا۔ اس کی ماں نے جب اپنے نوزائیدہ بچے کو دیکھا تو اسے گمان بھی نہ تھا کہ وہ ایسی باتوں کی تشریح کرے گا جو دنیا کے پیدا ہونے کے وقت سے آج تک پوشیدہ تھیں اور ان کی کسی کو خبر نہ تھی۔

آئزک کے والد کا انتقال ہوگیا تو اس کی ماں نے دوسری شادی کرلی۔ مسز نیوٹن کا دوسرا شوہر پادری تھا۔ وہ اس کے ساتھ دوسرے گاؤں چلی گئی اور اس کا بیٹا بوڑھی دادی کی نگرانی میں چھوڑ دیا گیا۔ وہ اس پر بہت مہربان تھیں اور اس کو اسکول بھیجا کرتی تھیں۔

اوائل عمر میں تو آئزک پڑھنے لکھنے میں جی نہ لگاتا تھا اور کلاس میں بہت نیچے درجے پر رہتا تھا۔ اگرچہ بعد میں وہ اسکول بھر میں سب سے اعلیٰ مرتبے پر پہنچ گیا تھا۔ شروع سے ہی وہ مشین کے کام میں قدرتی طور پر ہوشیار تھا۔ اس نے چھوٹے بڑے ہر قسم کے اوزار اور آریاں بنائی تھیں۔ ان سے وہ بہت سی عجیب عجیب چیزیں بنا لیا کرتا تھا اور ایسی ہوشیاری سے کام کرتا تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیدائشی مشین ساز ہے۔

پڑوسی اس کی بنائی ہوئی چیزوں کی بہت تعریف کرتے تھے اور اس کی بوڑھی دادی اس کا تذکرہ کرتے کرتے تھکتی نہ تھی۔ غالباً وہ یہ کہتی ہوگی کہ کسی نہ کسی دن وہ اعلیٰ درجے کا کاریگر بن جائے گا۔ مجھے ہر طرح امید ہے کہ آئزک دنیا میں زندگی مزے سے گزارے گا اور دولت مند ہوجائے گا۔

جن لوگوں نے اسے اوزاروں سے کام کرتے دیکھا تھا، غالباً یہ خیال کیا کرتے تھے کہ وہ خوبصورت فرنیچر اور دیگر ضروری چیزیں بنایا کرے گا، جو لوگوں کے گھروں میں استعمال ہوتی ہوں اور پھر سب امیر لوگ یہ خوبصورت چیزیں اپنے گھروں کو سجانے کے لیے خریدا کریں گے اور بعض لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ آئزک ایک بڑا ماہرِ فن تعمیر ہوگا اور رئیسوں اور شریفوں کے لیے شاندار محل بنایا کرے گا۔

اس کے بعض دوستوں نے اس کی دادی کو صلاح دی کہ اسے گھڑی ساز کی دکان پر کان سیکھنے کے لیے بٹھا دے کیونکہ وہ صرف مشین کے کام میں ہوشیار ہے بلکہ اسے ریاضی کا بھی شوق ہے۔ جو اس کے لیے بہت مفید ہوگا۔ آگے چل کر وہ گھنٹے بنایا کرے گا اور پھر رفتہ رفتہ آئزک اپنا کاروبار شروع کردے گا اور عجیب طرح کے گھنٹے بنایا کرے گا جن میں ایسے ہندسے ہوں گے جو گھنٹہ بجنے کے وقت گھنٹے کے چہرے پر نمودار ہوجایا کریں گے۔

درحقیقت اس بات کا بہت امکان تھا کہ آئزک گھنٹے بنانے میں مصروف ہوجائے گا کیونکہ ایک گھنٹہ اس نے ایسا بنالیا تھا جو کسی نے کبھی سنا بھی نہ تھا۔ وہ دوسرے گھنٹوں کی طرح پہیوں اور اوزاروں یا پرزوں سے نہیں چلتا تھا بلکہ پانی کے قطرہ قطرہ گرنے سے چلتا تھا۔ گرد و پیش کے تمام لوگوں کے لیے یہ

بڑے اچنبھے کی چیز تھی اور شاید یہ آج بھی ممکن نہیں ہے کہ کوئی پانی کے صرف ایک پیالے کے ذریعے سے یہ بتا سکے کہ وقت کیا ہے؟ پانی کے گھنٹے کے علاوہ آئزک نے ایک دھوپ گھڑی بھی بنائی۔ اس طرح اس کی دادی ہمیشہ وقت بتا سکتی تھیں کیونکہ پانی کا گھنٹہ تو سائے میں وقت بتاتا تھا اور دھوپ گھڑی دھوپ میں۔ کہتے ہیں کہ دھوپ گھڑی اب بھی اولستھوپ میں اس مکان کے کونے میں جہاں آئزک رہتا تھا، دیکھی جاسکتی ہے۔

آئزک میں یہ عجیب ملکہ تھا کہ وہ معمولی معمولی طریقوں سے اپنے علم میں اضافہ کرتا تھا۔ مثلاً تمہارے خیال میں اس نے ہوا کی قوت معلوم کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا ہوگا، تم یقیناً کبھی قیاس نہ کرسکو گے۔ اگرچہ اس کے طریقے سے زیادہ آسان طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہوا کی قوت دریافت کرنے کے لیے پہلے تو وہ اس سمت میں کودا جدھر کو ہوا چل رہی تھی اور پھر مخالف سمت میں اس نے چھلانگ لگائی۔ اس کے بعد اس نے دونوں سمتوں میں اپنی چھلانگ کو ناپا اور اس کا مقابلہ اس چھلانگ سے کیا جو وہ کسی ایسے دن لگا سکتا تھا جبکہ ہوا بالکل نہ ہو۔ اس طرح وہ معلوم کرسکا کہ ہوا کتنی قوت سے چلتی ہے۔ شاید یہ اس کا بہترین طریقہ نہ تھا۔ اس سے بہتر یہ ہوسکتا تھا کہ بجائے اپنا جسم استعمال کرنے کے وہ ایک خاص فاصلے تک کاغذ کا ایک ٹکڑا اڑاتا اور جتنا وقت وہ اڑنے میں لیتا اسے غور سے دیکھتا۔ لیکن اس کی یہ تدبیر ہمیں بتاتی ہے کہ اپنے کھیل کود میں بھی آئزک اپنے لڑکپن میں فطرت کے راز معلوم کرنے کی برابر کوشش کرتا رہتا تھا۔

اس کی دادی کے مکان سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک ہوا چکی تھی، جو ایک نئے ڈھنگ پر چلتی تھی۔ آئزک اکثر وہاں جاتا اور گھنٹوں اس کے مختلف حصوں کو دیکھا کرتا اور جب چکی ٹھہری ہوئی ہوتی تو اور قریب سے مشین کو دیکھتا۔ جب ہوا سے اس کے چوڑے چوڑے بادبان حرکت کرتے تو وہ دیکھا کرتا کہ کس طرح چکی کے پتھر گھومتے ہیں اور اناج پیستے ہیں۔ جب اسے معلوم ہوگیا کہ چکی کس طرح بنی ہے تو اس کے دوستوں نے دیکھا کہ وہ غیر معمولی طور پر اپنے اوزاروں میں مصروف ہے۔

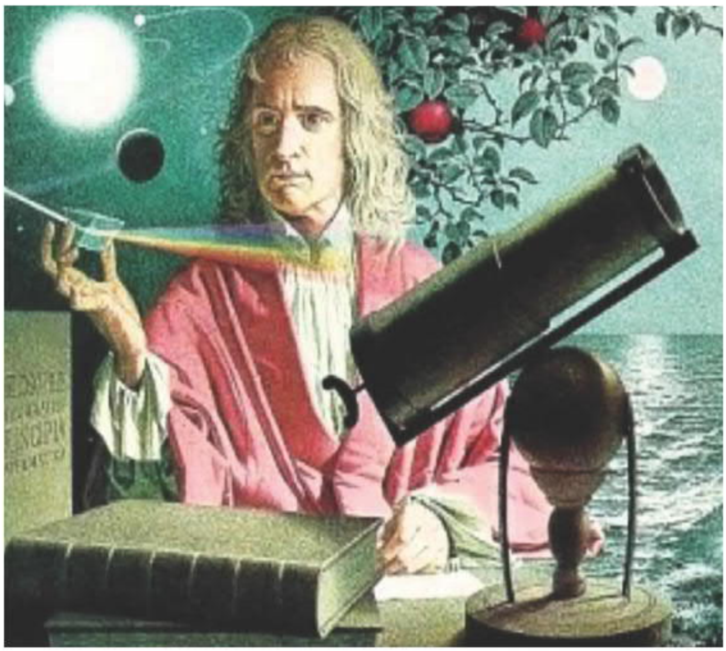

کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اس کی دادی اور پڑوسیوں نے جان لیا کہ آئزک کیا کر رہا ہے۔ اس نے ہوا چکی کا ایک نمونہ یعنی ماڈل بنا لیا، اگرچہ وہ اتنا بڑا نہیں تھا جتنی خود چکی تھی۔ اس ماڈل میں چکی کا ہر جزو موجود تھا۔ اس طرح یہ مشین مکمل تھی۔ اس کے چھوٹے چھوٹے بادبان نہایت صفائی سے بنائے گئے تھے اور چاروں طرف گھومتے تھے۔ جب چکی ہوا کے رخ پر رکھی جاتی تھی تو آئزک کے منہ کی پھونک یا دھونکنی سے نکلا ہوا، ہوا کا جھونکا

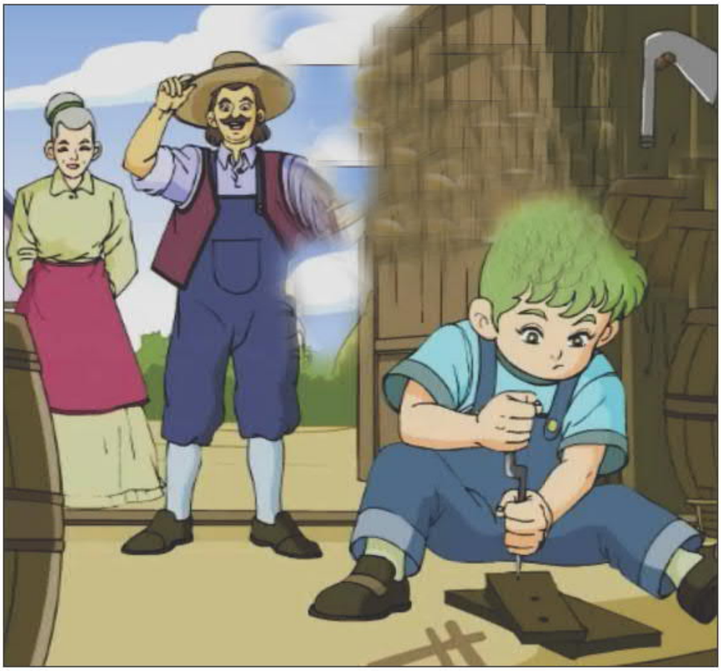

بادبانوں کو چلانے کے لیے کافی ہوتا تھا اور سب سے عجیب بات یہ تھی کہ اگر مٹھی بھر گیہوں کے دانے اس میں ڈالے جاتے تو فوراً نہایت سفید آٹا پس کر باہر نکل آتا۔

آئزک کے یار دوست حقیقت میں اس کی نئی چکی دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے سوچا کہ ایسی خوبصورت اور عجیب چیز پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ لیکن ان میں سے ایک نے کہا: ''آئزک تم چکی کی ایک چیز تو بھول ہی گئے۔؟''

''وہ کیا ہے؟'' آئزک نے گھبرا کر پوچھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ چکی کی چھت سے لے کر فرش تک وہ کوئی چیز بھی نہیں بھولا۔

اس کے دوست نے کہا: ''یہ بالکل سچ ہے کہ چکی میں کوئی کمی نہیں لیکن تمھیں ایک چکی والا ضرور تلاش کرنا چاہیے۔''

اب آئزک سوچنے لگا کہ چکی والا کیسے مہیا کیا جائے۔

وہ آسانی سے ایک آدمی کا چھوٹا سا پُتلا یا روبوٹ بنا سکتا تھا لیکن وہ اِدھر اُدھر حرکت کرنے سے مجبور ہوتا اور چکی والے کا کام کرنے کے قابل نہ ہوتا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک چوہا چوہے دان میں پکڑا گیا اور چونکہ کوئی اور چکی والا نہ مل سکا تھا اس لیے اس چوہے کو اس اہم فرض کے ادا کرنے کے لیے مقرر کر دیا گیا۔ یہ نیا چکی والا اپنے بھورے رنگ کے لباس میں قابل عزت معلوم ہوتا تھا۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بہت ایماندار نہیں تھا اور اکثر گیہوں کے دانے چراتا ہوا پکڑا جاتا تھا، جو اسے پینے کے لیے دیے جاتے تھے۔ لیکن غالباً بعض آدمی بھی جو چکیوں پر کام کرتے ہیں، اس چھوٹی سی مخلوق سے زیادہ ایماندار نہیں ہوتے۔

جب آئزک نیوٹن بڑا ہو گیا تو اسے معلوم ہوا کہ اسے ہوا چکی جیسے چھوٹے چھوٹے کھلونے بنانے سے کہیں زیادہ اہم معاملات پر غور و فکر کرنا ہے۔ وہ جب بھی تنہا ہوتا تو سارے دن یا تو غور و فکر میں مصروف رہتا یا ریاضی اور سائنس کی کتابیں پڑھتا رہتا۔ رات کے وقت وہ نہایت تعظیم اور حیرت کے ساتھ ستاروں کو دیکھا کرتا اور تعجب کرتا کہ آیا وہ بھی ہماری دنیا کی طرح ہیں اور زمین سے ان کا فاصلہ کتنا ہے۔ وہ خواہش ظاہر کیا کرتا کہ کاش مجھے معلوم ہو سکتا کہ وہ کون سی قوت ہے کہ جو انھیں ان کے مقررہ راستوں پر چلاتی رہتی ہے۔ اس قدر چھوٹی عمر یا لڑکپن میں اس نے غالباً یہ محسوس کر لیا تھا کہ میں ایک دن ان تمام سوالات کے جواب دینے کے قابل ہو جاؤں گا۔

جب آئزک چودہ برس کا ہوا تو اس کی ماں نے چاہا کہ بیٹا اب اسکول کو چھوڑ دے اور کھیتی باڑی کی دیکھ بھال میں اس کی

مدد کرے۔ چنانچہ کچھ عرصے تک اس نے کھیتی پر توجہ کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود! کیونکہ اسے اس کام سے بالکل دل چسپی نہیں تھی۔ اس کا دل تو ہر وقت کتابوں میں پڑا رہتا تھا۔ چنانچہ جب کبھی اس کی ماں نے اسے کھیت پر جانے کا حکم دیا تاکہ بھیڑوں کی نگرانی کرے یا ان مویشیوں کو جو فصل خراب کرتے تھے، کھیتوں میں سے نکالے تو وہ ہمیشہ اس کام کو بے پروائی سے کیا کرتا تھا۔ بھیڑیں راہ سے بے راہ ہوجاتی تھیں، مویشی بڑھتے ہوئے غلے کو مزے سے کھایا کرتے تھے اور وہ یا تو کسی درخت کے نیچے کتاب لیے بیٹھا رہتا یا چاقو سے لکڑی کے نمونے بنایا کرتا تھا۔ اس کی ماں نے اس میں تعلیم کا بے انتہا شوق دیکھ کر اسے اسکول واپس بھیج دیا۔ ایک سال گزرنے بھی نہ پایا تھا کہ اس نے سارا کورس ختم کرلیا۔

1660 میں وہ کیمبرج گیا۔ جب تک وہاں رہا نہایت محنت سے کتب بینی کرتا رہا اور بہت جلد اپنی قابلیت کے سبب سے مشہور ہوگیا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جب وہ پڑھنے میں مصروف ہوجاتا تو اکثر کھانا کھانا بھی بھول جایا کرتا تھا۔ اس کے متعلق ایک قصہ بہت مشہور ہے — ایک دن اس کا دوست ڈاکٹر اسٹکلے اس سے ملنے آیا۔ نیوٹن باہر گیا ہوا تھا لیکن اس کا دسترخوان کمرے میں بچھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر اسٹکلے نے خوان پوش ہٹایا اور کھانا کھالیا اور پھر خوان کو ڈھک دیا۔ تھوڑی دیر میں جب نیوٹن آیا تو اپنے دوست کو سلام کرکے بیٹھ گیا اور خوان پوش اٹھایا۔ پھر فوراً ہی کہنے لگا ''واہ رے! میں تو یہ سمجھتا تھا کہ میں نے کھانا نہیں کھایا ہے، لیکن میں تو کھا چکا ہوں۔''

اس نے بڑے ہوکر جو شاندار دریافتیں کیں ان سب کا بیان کرنا تو ممکن نہ ہوگا۔ اس نے روشنی کی ماہیت معلوم کرنے کی کوشش کی کیونکہ اس زمانے کے قبل کوئی بھی یہ نہ بتا سکتا تھا کہ سورج کی روشنی کس چیز سے بنی ہے اور اس کی رفتار کتنی ہے۔

ایک روز وہ باغ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک سیب اس کے سر پر آگرا۔ جس کے سبب سے اس نے قوتِ کشش کے دریافت کرنے کی کوشش کی۔ یہی وہ قوت ہے جو اجرام فلکی کو ان کے راستوں پر قائم رکھتی ہے۔ جب ایک دفعہ اسے یہ خیال آگیا تو پھر اس نے اس وقت تک چین نہیں لیا جب تک کہ سارے قانون معلوم نہ کرلیے، جن کے بموجب تمام سیارے آسمان پر گھومتے ہیں۔ یہ کام اس نے ایسا مکمل طور پر کیا گویا وہ خود ستاروں میں چلا گیا تھا اور وہاں ان کے ساتھ محوِ سفر تھا۔ لڑکپن میں اس نے ہوا کا اندازہ ہوا چکی کی مشین بنا کر کیا تھا۔ بڑے ہوکر اس نے دنیا کے لوگوں کو عالم کی مشین سے بہت کچھ سمجھانے کی کوشش کی۔ اس عظیم انسان نے قدرت کے بہت سے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھایا۔

جب وہ ان کاموں میں مصروف تھا تو ایک اونچے مینار میں بیٹھ کر مسلسل کئی کئی راتیں ٹیلسکوپ Telescope سے اجرام سماوی کو دیکھنے میں گزار دیتا تھا۔ حقیقت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کا بہت سا حصہ ان عالموں یا دنیاؤں میں گزارا جو ہم سے کروڑوں اربوں میل دور ہیں۔ کیونکہ جہاں ہمارا دل اور ہمارے خیالات ہوتے ہیں ہم وہیں رہتے ہیں۔

نیوٹن کے چھوٹے سے کتے ڈائمنڈ کی کہانی بھی دل چسپ ہے۔ جب نیوٹن کی عمر پچاس سال کی تھی اور وہ بیس سال سے زیادہ کا عرصہ روشنی کی ماہیت کو سمجھنے میں سخت محنت کرکے صرف کرچکا تھا ایک دن ایسا ہوا کہ وہ اپنے کمرے سے کسی کام سے باہر گیا۔ اس کا کتا انگیٹھی کے سامنے بیٹھا سوتا رہا۔ میز پر نیوٹن کے لکھے ہوئے کاغذوں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا جن میں نیوٹن کی وہ تمام معلومات درج تھیں جو اس نے بیس سال میں جمع کی تھیں۔ آقا کے چلے جانے کے بعد چھوٹا ڈائمنڈ کود کر میز پر پہنچا اور بتی گرادی جس سے کاغذوں میں فوراً آگ لگ گئی۔

جب نیوٹن نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ کاغذات بالکل جل گئے ہیں اور بیس سال کی سخت محنت کا انعام راکھ کے ایک ڈھیر کی شکل میں موجود تھا، پاس ہی ڈائمنڈ بھی کھڑا ہوا تھا جس نے یہ سب شرارت کی تھی۔ کوئی اور شخص ہوتا تو غصے میں آ کر فوراً کتے کو مار ڈالتا۔ لیکن نیوٹن نے اس کے باوجود کتے کے سر پر محبت و مہربانی سے ہاتھ پھیرا اگرچہ اس وقت اس کا دل بے حد کڑھ رہا تھا۔ اس نے رنجیدہ ہوکر صرف اتنا کہا: ''ارے ڈائمنڈ! تجھے خبر نہیں کہ تو نے کتنی بڑی شرارت کی ہے۔'' اس واقعہ نے اور اس صدمے نے اس کی صحت کو خراب کر دیا اور کافی دن تک غمگین اور رنجیدہ رہا۔ لیکن کتے کے ساتھ اس نے جو برتاؤ کیا اس سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس کا مزاج کیسا اچھا تھا اور اس کے اندر صبر وضبط کا کس قدر مادہ تھا۔

نیوٹن بڑی عمر تک زندہ رہا اور اس نے بہت شہرت حاصل کی۔ وہ برطانیہ کی پارلیمنٹ کا ممبر بھی بنایا گیا۔ یہ ایک اعزازی عہدہ تھا۔ یہی نہیں بادشاہ برطانیہ نے اسے نائٹ Knight کا خطاب بھی دیا۔ لیکن وہ شہرت اور عزت کی بالکل بھی پروا نہیں کرتا تھا اور اگرچہ اس کا علم اور مطالعہ نہایت وسیع تھا لیکن اس کے باوجود وہ نہایت شرمیلا اور منکسر المزاج شخص تھا۔ اسے اپنے علم سے یہ احساس ہوگیا تھا کہ میں کس قدر کم علم ہوں اور کس قدر زیادہ ابھی سیکھنے کے لیے باقی ہے۔ اپنے انتقال سے کچھ دن پہلے اس نے درج ذیل اور قابل یادگار جملے کہے تھے:

''مجھے نہیں معلوم کہ دنیا کو میں کیا چیز معلوم ہوتا ہوں لیکن میں خود یہ جانتا ہوں کہ میری مثال اس لڑکے کی مانند ہے کہ جو ساحل سمندر پر کھیل رہا ہے اور کہیں کہیں سے کوئی چھوٹا سا گھونگا یا چکنا پتھر اٹھا لیتا ہے اور سچائی کا بڑا اور اتھاہ سمندر سامنے ہے جسے میں نے دیکھا بھی نہیں۔''

اسے سرکار برطانیہ سے 'سر' کا خطاب بھی دیا گیا تھا۔ 1727

میں بعمر 85 سال سر آئزک نیوٹن کی وفات ہوئی۔ عمر بھر اس کا لباس سادہ رہا۔ اس کی غذا معمولی اور اس کی عادات اعتدال پر رہیں۔ اس کے مزاج کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ وہ سگریٹ تک نہ پیتا تھا۔

سر آئزک نیوٹن نے کبھی عینک نہیں لگائی اور مرتے دم تک اس کا صرف ایک دانت ٹوٹا۔ وہ بڑا مہمان نواز، مہربان اور فراخ دل تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جنھوں نے مرتے وقت خیرات کی تو انھوں نے کچھ بھی نہ کیا۔ وہ اپنی آمدنی کا بہت بڑا حصہ غریبوں اور اپنے رشتے داروں کی امداد میں اور تعلیم حاصل کرنے کی ہمت افزائی میں خرچ کیا کرتا تھا۔ وہ اپنے پیچھے ایسی شہرت چھوڑ گیا جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

■

Dr. Mohd Athar Masood Khan
Ghaus Manzil, Talab Mulla Iram
Rampur - 244901 (UP)

فضل عالم

ماحول کا جائزہ : کیا آپ تیار ہیں؟

پیارے دوستو! ہم 22 اپریل کو دنیا بھر میں ماحولیاتی دن مناتے ہیں۔ اِسے ہم "Day of earth" بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ درختوں کی وجہ سے ہی کرۂ ارض کا درجۂ حرارت ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ پاتا اور اگر درخت نہ ہوں تو زمین پر موسمِ گرما میں ایسی شدید گرمی پڑے گی کہ جانداروں کا جینا دوبھر ہوجائے گا۔ چونکہ صنعتی انقلاب کی وجہ سے کرۂ ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار خطرناک حد تک بڑھتی جارہی ہے۔ خودکار سواریوں مثلاً اسکوٹر، موٹر سائیکل، کار ٹرک یا ٹریکٹر، بس، ٹرین اور ہوائی جہاز کے ساتھ ساتھ فیکٹریوں، کارخانوں سے لاکھوں ٹن دھواں فضا میں ہر روز شامل ہوتا جارہا ہے۔ ماحول کو فضائی آلودگی سے بچانے کے لیے اسی تناسب میں ہمیں زیادہ سے زیادہ درخت اُگانے چاہئیں۔ تاکہ ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن کا توازن قائم رہے۔

ہرے بھرے درختوں اور جنگلات کی وجہ سے ہی بارش ہوتی ہے۔ اگر درخت اور جنگلات نہ ہوں تو بارش کی مقدار غیر متوازن ہوجائے گی جس سے روئے زمین کے انسان اور جاندار نت نئے مصائب کا شکار ہوجائیں گے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ان درختوں کی جڑ کے ذریعے ہی بارش کا پانی زیرِ زمین پانی کے ذخیرۂ آب میں اضافہ کرتا ہے۔ جہاں پانی کی سہولیات میسر نہیں ہے وہ زیرِ زمین ذخیرۂ یعنی کنواں، ٹیوب ویل کے ذریعے سال بھر پانی استعمال کرتے ہیں۔ اگر درخت نہ ہوں تو زیرِ زمین پانی کے ذخیرۂ آب میں خطرناک حد تک کمی واقع ہوجائے گی۔

گویا ماحولیاتی توازن برقرار رکھنے میں درخت نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر روئے زمین سے ہریالی کا تناسب وافر مقدار میں کم ہوجائے تو چرند، پرند، درندے،

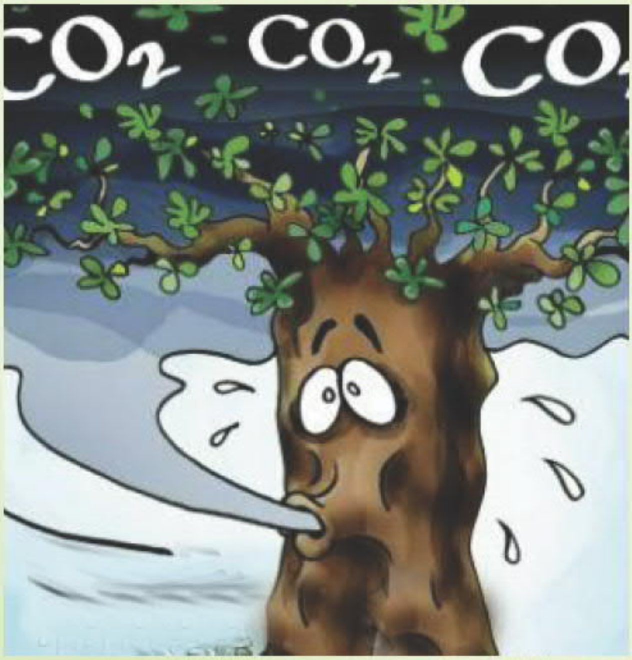

گزندے، حشرات الارض، کیڑے مکوڑے اور انسان و دیگر تمام جانداروں کی زندگی اجیرن ہوجائے گی۔

رسولِ عربیؐ نے درخت اُگانے کو صدقۂ جاریہ کہا ہے۔ صدقۂ جاریہ وہ عمل ہوتا ہے جس کا اجر بارگاہِ ربِّ کریم سے حاصل ہوتا رہتا ہے کیونکہ موت کے بعد عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔ اس لیے ایسے بہت سے کام ہیں جن سے آنے والی نسل فیض اٹھا سکے اِسے آپؐ نے صدقۂ جاریہ کہا ہے اور اس کی طرف راغب فرمایا۔ اس لیے آج کے دن ہم یہ عہد کریں کہ ہر شخص کم سے کم ایک پودا ضرور لگائے۔

ہم یومِ جمہوریہ، یومِ آزادی، یومِ تاسیس، ٹیچرس ڈے وغیرہ بڑے جوش وخروش کے ساتھ مناتے ہیں۔ 22 اپریل کا ماحولیاتی دن بھی ایسا ہی ہے۔ اسے نہ صرف جوش بلکہ ایک جذبہ، ایک لگن کے ارادے سے منانا چاہیے اور ہمارے قابلِ احترام بزرگ، پڑوسیوں، دوست و احباب اور اہلِ خانہ کو یہ یاد دلانا چاہیے کہ زمین کی حفاظت یعنی خود کی حفاظت اور خود کو محفوظ کرنا ہے۔

اس ماحولیاتی دِن کو آپ کیا کرنے والے ہیں؟ آپ جو کرسکتے ہیں ایسے چند کاموں کی فہرست یہاں دی گئی ہے:

(1) زہریلی اشیا کا استعمال کم کریں: اس روز ہم یہ عہد کریں کہ ہم ماحول کے لیے خطرناک اشیا کا استعمال نہیں کریں گے۔

(2) ایندھن میں کٹوتی کریں: (الف): پرانے طریقے سے گرم ہونے کے بعد روشن ہونے والے بلب کا ستعمال نہ کریں۔ CFLS اور LEDs کے بلب کا انتخاب کرکے اسی کا استعمال کریں۔

(ب) سرکاری بسوں یا ٹرینوں کا استعمال کریں۔ ایندھن کی بچت کے لیے ذاتی گاڑیوں کا استعمال کم کریں۔

(ج) بجلی کے تمام بٹن استعمال ہونے کے فوراً بعد سوئچ آف کردیں۔

(3) غیرضروری پھینکی جانے والے اشیا کا استعمال کم کردیں: اپنے اسکول، دفتر، ہوٹل اور کارپوریشن وغیرہ کے اطراف تھوکنے اور غیرضروری اشیا پھینکنے سے منع کریں اور خود بھی کینٹین وغیرہ کے استعمال شدہ کاغذات اور پلاسٹک کو اطراف میں رکھے ہوئے باکس میں ڈال دیں۔

(4) قدرتی اشیا: چائے کی پتی یا اسی طرح کی دوسری پھینکی جانے والی چیزوں سے کھاد تیار کریں۔ اگر یہ نا ہوسکے تو بازار سے کھاد لاکر درختوں پر چھڑکاؤ کریں۔ ایسا ہفتے دو

ہفتے میں کرتے رہیے۔ اپنی بیاض اور دیگر غیر استعمال شدہ اوراق کو بائنڈنگ کروالیں اور رڈّی کو کباڑی سے فروخت کردیں اور اس کا شکریہ ادا کرنا نہ بھولیں کیونکہ وہ آپ کی دنیا کی حفاظت کرتا ہے یعنی پرانی بیاضوں کے استعمال شدہ اوراق کو خرید کر آپ کو پیسے بھی دے دیتا ہے اور اس کے علاوہ رہی کتابوں کی بات تو اسے استعمال کرنے کے بعد کسی غریب طالب علم یا دوسرے شخص کو فی سبیل اللہ دے دیجیے یا پھر آپ اس سے آدھی قیمت بھی وصول کرسکتے ہیں۔

(5) پلاسٹک کا استعمال ضرورت کے مطابق کیجیے: اپنے گھر کی تھیلی کو ہی ترجیح دیں اور اگر کسی وجہ سے تھیلی مہیا نہیں کرسکتے تو اس وقت پلاسٹک کی تھیلیاں استعمال کرسکتے ہیں اور اپنے علاقوں کی پانچ دکانوں سے یہ بات کیجیے کہ سامان فروخت کرتے وقت وہ پلاسٹک کا استعمال بند کردیں تو ہم آپ کی ہی دکان کو ترجیح دیں گے اور اس کے ساتھ والدین اور اساتذہ سے اصلاح لیجیے کہ زہریلی اشیا کیا ہیں اور اس کے سدِّ باب کو کم کریں یعنی مچھر، کاکروچ اور چوہے مار دواؤں کا استعمال کم کریں کیونکہ احتیاط نہ برتنے پر یہ آپ کے افراد خانہ کو بیمار اور تباہ کرسکتی ہیں۔

(6) پانی کا استعمال کم کرنا: پانی کے نل کو پوری طرح مت کھولیں۔ زیادہ دیر شاور میں نہانے کی بجائے آدھی بالٹی پانی کا استعمال کرکے نہائیے۔ باورچی خانہ کا پھینکا ہوا پانی پودوں میں استعمال کریں۔

(7) تقریبات اور شادیوں میں پٹاخوں کا استعمال نہ کریں۔

(8) ماحولیاتی دن کے بارے میں صاف اور پرزور انداز میں بولنا: ماحولیاتی دن کیوں منانا ہے یہ لوگوں کو بتاؤ جس سے آپ کی باتوں پر عمل کرنے کا لوگوں کو حوصلہ ملے گا۔

بچے اور اساتذہ کے ساتھ ساتھ دیگر افراد بھی مل کر تبدیلی لاسکتے ہیں۔ آپ سب کی ایسی چھوٹی چھوٹی کوششیں ماحول کو بہتر اور صاف بنانے میں مدد کرسکتی ہیں اور ہم صاف ہوا اور صحت مند ماحول میں سانس لے سکیں یہی چھوٹے چھوٹے کام سے ہم اپنی زمین، اپنی آب و ہوا اور اپنے ماحول کو پراگندہ ہونے سے بچاسکتے ہیں۔

■

Fazlurrahman Shakeel Ahmad
P.No.27, Master Nager
Malegaon - 423203 (Nasik)

قاری ایم ایس خان

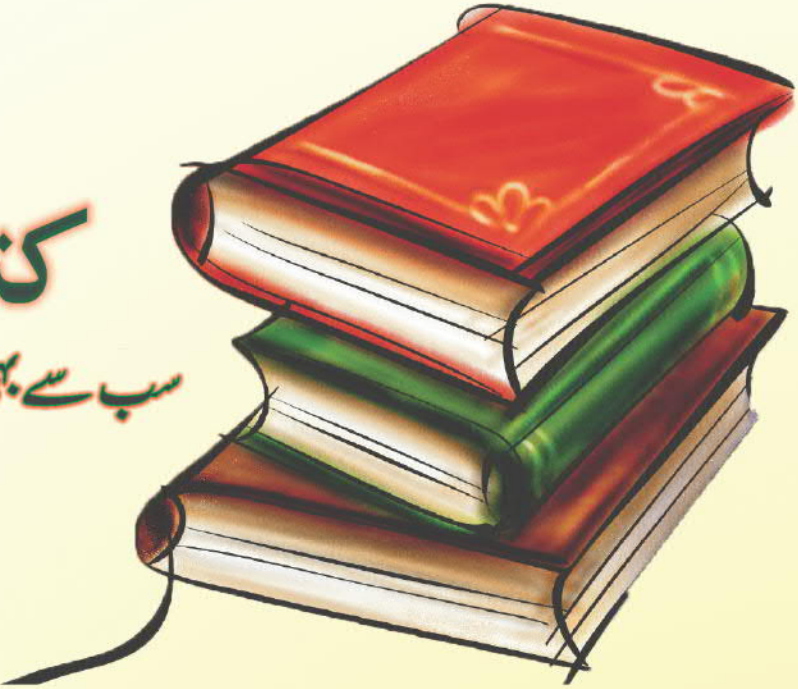

کتاب: سب سے بہترین دوست

آج کل کے نوجوانوں کو مطالعہ کا شوق بالکل نہیں رہا حالانکہ خوش گوار زندگی کے اس باب میں ایک یہ ہے کہ تنہائی میں اچھی اور معلوماتی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔

پیارو بچو! کتاب ہی وہ ہم دم ہے جو تمھیں گھمنڈ میں نہیں ڈالے گا۔ ایسا دوست ہے جو تمھیں بھڑکائے گا نہیں۔ ایسا رفیق ہے کہ جو تمھیں اکتاہٹ میں نہ ڈالے گا۔ ایسا دینے والا جو تم سے کبھی کچھ مانگے گا نہیں۔ ایسا دوست جو تمھیں کبھی غصہ نہیں دلائے گا۔ ایسا رفیق ہے کہ جو تمھیں افسردہ نہ کرے گا۔ ایسا دوست جو خوشامد و تملق سے تمھارا مال لینا نہیں چاہے گا۔ تمھارے ساتھ فریب کا معاملہ نہیں کرے گا۔ نہ وہ جھوٹ بولے گا نہ تمھیں دھوکہ دے گا۔ کتاب ہی وہ دل نواز ہے جس کو دیکھو گے تو تمھاری مسرت بڑھے گی، ذہن میں تیزی آئے گی، زبان صاف ہوگی اور خط درست ہوگا۔ الفاظ عمدہ ہوں گے، نفس پاکیزہ ہوگا، سینہ آباد ہوگا، لوگ آپ کی تعظیم کریں گے اور بڑے لوگ دوست بنیں گے۔ بوجہ کثرت مطالعہ اور وسیع معلومات سے آپ دنیا بھر میں مشہور ہو جائیں گے۔ کتاب تمھاری اطاعت رات میں بھی ایسے ہی کرے گی جیسی دن میں۔ سفر میں یکساں تم ھارا کہا مانے گی۔ وہ نہ نیند کا بہانہ کرے گی نہ رات میں جگنے کا۔ وہ ایسا معلم ہے جس کی آپ کو ضرورت پڑے تو کبھی پیچھے نہ ہٹے گا۔ تم اسے پڑھنا چھوڑ دو تب بھی اس کا فائدہ ختم نہ ہوگا، اس سے الگ ہٹ جاؤ تو بھی تمھارا کہنا مانے گی۔ کتاب تمھیں برے ہم نشین کے ساتھ بیٹھنے سے روکے گی۔ فرصت کے اوقات گزارنے کا بہترین طریقہ کتب بینی ہے۔ یہ تجربہ میں اضافہ عقل وفہم میں ترقی کرتی ہے۔ یہ آبرو کی حفاظت اور دینی اصلاح کا اچھا ذریعہ ہے۔

اهل علم اهل ایمان اور اهل اسلام کی کتابیں پڑھنے سے ایمان میں اضافه هوتا هے کیونکه کتاب سب سے بڑا واعظ، بهترین امر و نهی کرنے والا اور سب سے مؤثر تنبیه کرنے والا ذریعه هے۔

مطالعہ کے فوائد

- وسوسے اور رنج وتفکرات دور ہوجاتے ہیں۔
- باطل میں پڑنے سے آدمی بچتا ہے۔
- بے کاروں اور گپ بازوں سے نجات ملتی ہے۔
- گفتگو اور بات چیت کا طریقہ آجاتا ہے۔ زبان فصیح ہوتی ہے اور غلطیاں نہیں ہوتیں۔
- عقل بڑھتی ہے دل کی صفائی ہوتی اور ذہن کھلتا ہے۔
- علم وافر ہوتا فہم کو جلا ملتی اور معلومات کا ذخیرہ بڑھ جاتا ہے۔
- لوگوں کے تجربوں، حکیموں کی حکمت اور علما کے اقوال سے فائدہ ہوتا ہے۔
- علم ہضم کرنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور ان مختلف ثقافتوں سے آشنائی ہوتی ہے جن کا زندگی میں اہم کردار ہے۔
- اہل علم اہل ایمان اور اہل اسلام کی کتابیں پڑھنے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ کتاب سب سے بڑا واعظ، بہترین امر و نہی کرنے والا اور سب سے مؤثر تنبیہ کرنے والا ذریعہ ہے۔
- کتاب اور اخبارات (خاص کر مادری زبان کی کتابیں اور اخبارات اور ان کے مختلف ایڈیشن) ذہن کو انتشار سے، دل کو شکست وریخت سے اور وقت کو ضیاع سے بچاتے ہیں۔
- کلام کے فہم، مضمون کے ڈھالنے اور عبارت کے مقصد تک پہنچنے، عقل وحکمت کے اسرار ورموز سمجھنے میں کتاب اور اخبار کا مطالعہ رسوخ پیدا کرتا ہے۔

■

Qari M.S. Khan
H.No-16-2-720, Akber Bagh
New Malakpet, Hyderabad - 500036 (T.S)

■ سہیل عالم

اردو زباں

یہ اردو زباں ہے یہ اردو زباں ہے — زباں دوسری اس کے جیسی کہاں ہے
یہ اردو زباں کوئی جب بولتا ہے — تو ہر لفظ کانوں میں رس گھولتا ہے
اتر جائے دل میں یہ ایسی زباں ہے — یہ اردو زباں ہے یہ اردو زباں ہے
زباں ایسی بچو! ہے اردو ہماری — کہ دیوانی جس کی ہے یہ دنیا سار
سمایا ہوا اس میں سارا جہاں ہے — یہ اردو زباں ہے یہ اردو زباں ہے
یہ الفاظ اردو کے جادو جگائیں — یہ الفاظ اردو کے جادو جگائیں
لطافت کا اردو کی دریا رواں ہے — یہ اردو زباں ہے یہ اردو زباں ہے
فدا اس پہ اقبال، چکبست، غالب — فراق و انیس و دبیر اس کے طالب
عجب اس میں الفاظ کی کہکشاں ہے — یہ اردو زباں ہے یہ اردو زباں ہے

■
Suhail Alam
Bhui Line, Kamptị Nagpur, Maharashtra

احمد امام

صفائی

اس میں ہے پوشیدہ بھلائی
چاروں جانب رہے صفائی
کام نہایت ہے یہ اچھا
سڑکوں پر مت پھینکو کچرا
رُکنے مت دو پانی گندہ
ہے یہ بیماری کا پھندہ
چیز جو تم ناکارہ پاؤ
کوڑادان میں اس کو ڈالو
گندی شے کے پاس نہ جاؤ
کوئی باسی شے نہ کھاؤ
بہتر ہے کہ روز نہاؤ
صبح سویرے سیر کو جاؤ
کپڑے گندے کبھی نہ پہنو
میرے ننھے بھائی بہنو
ہم سب کی ہے ذمہ داری
رکھیں سدا ہم صاف صفائی

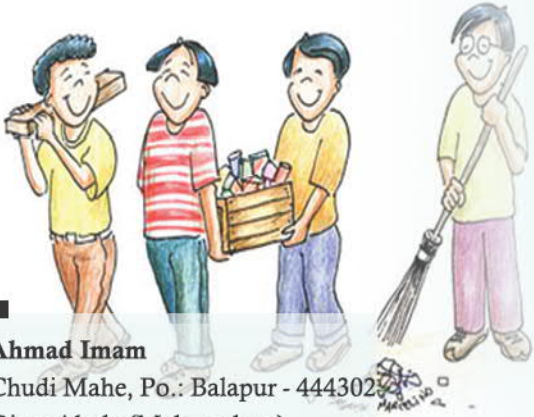

Ahmad Imam
Chudi Mahe, Po.: Balapur - 444302
Dist.: Akola (Maharashtra)

محمد واثق ندیم

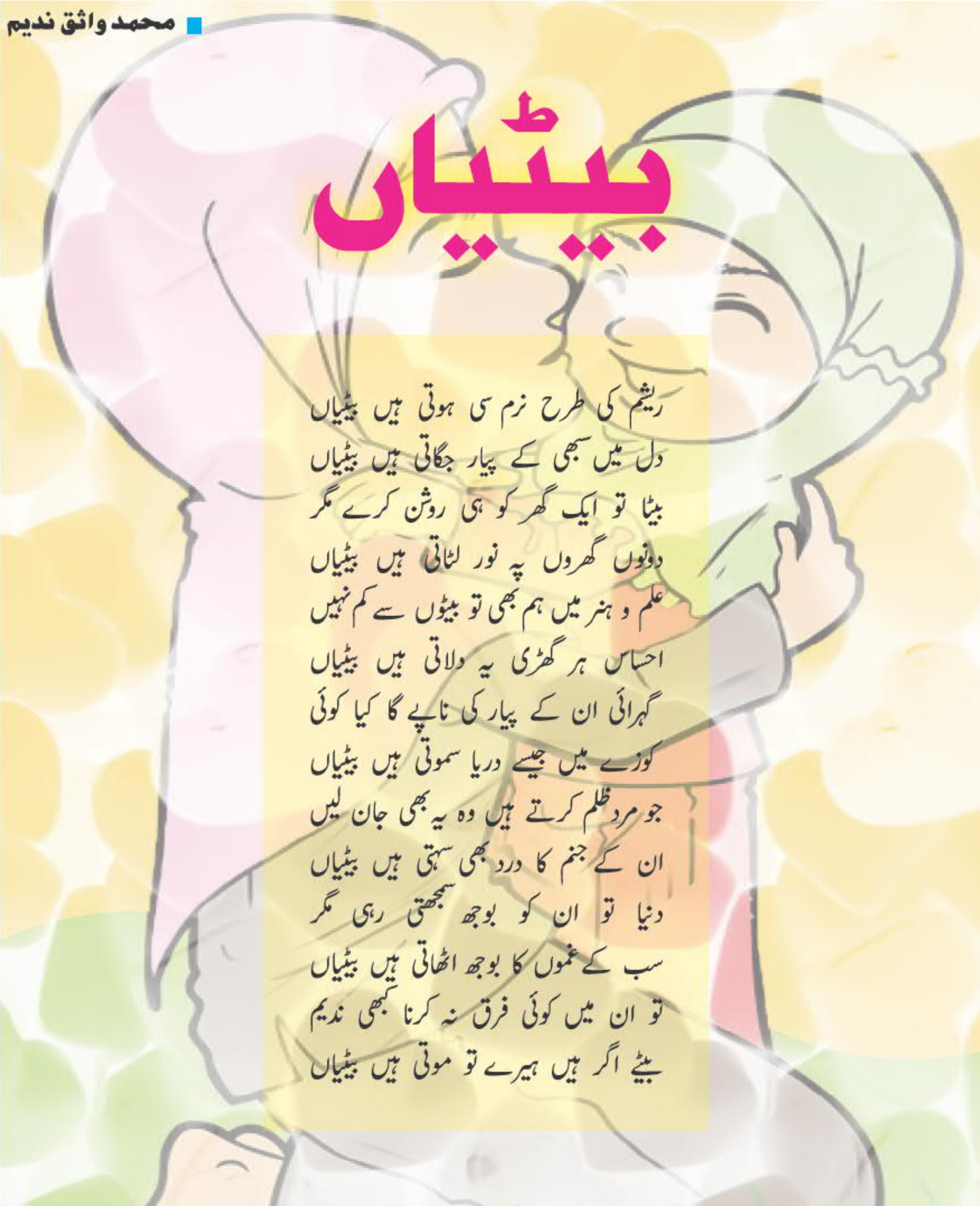

بیٹیاں

ریشم کی طرح نرم سی ہوتی ہیں بیٹیاں
دل میں سبھی کے پیار جگاتی ہیں بیٹیاں
بیٹا تو ایک گھر کو ہی روشن کرے مگر
دونوں گھروں پہ نور لٹاتی ہیں بیٹیاں
علم و ہنر میں ہم بھی تو بیٹوں سے کم نہیں
احساس ہر گھڑی یہ دلاتی ہیں بیٹیاں
گہرائی ان کے پیار کی ناپے گا کیا کوئی
کوزے میں جیسے دریا سموتی ہیں بیٹیاں
جو مرد ظلم کرتے ہیں وہ یہ بھی جان لیں
ان کے جنم کا درد بھی سہتی ہیں بیٹیاں
دنیا تو ان کو بوجھ سمجھتی رہی مگر
سب کے غموں کا بوجھ اٹھاتی ہیں بیٹیاں
تو ان میں کوئی فرق نہ کرنا کبھی ندیم
بیٹے اگر ہیں ہیرے تو موتی ہیں بیٹیاں

M. Wasique Nadeem
Kabeer Pura, Akot
Distt. Akola - 444101, Maharashtra

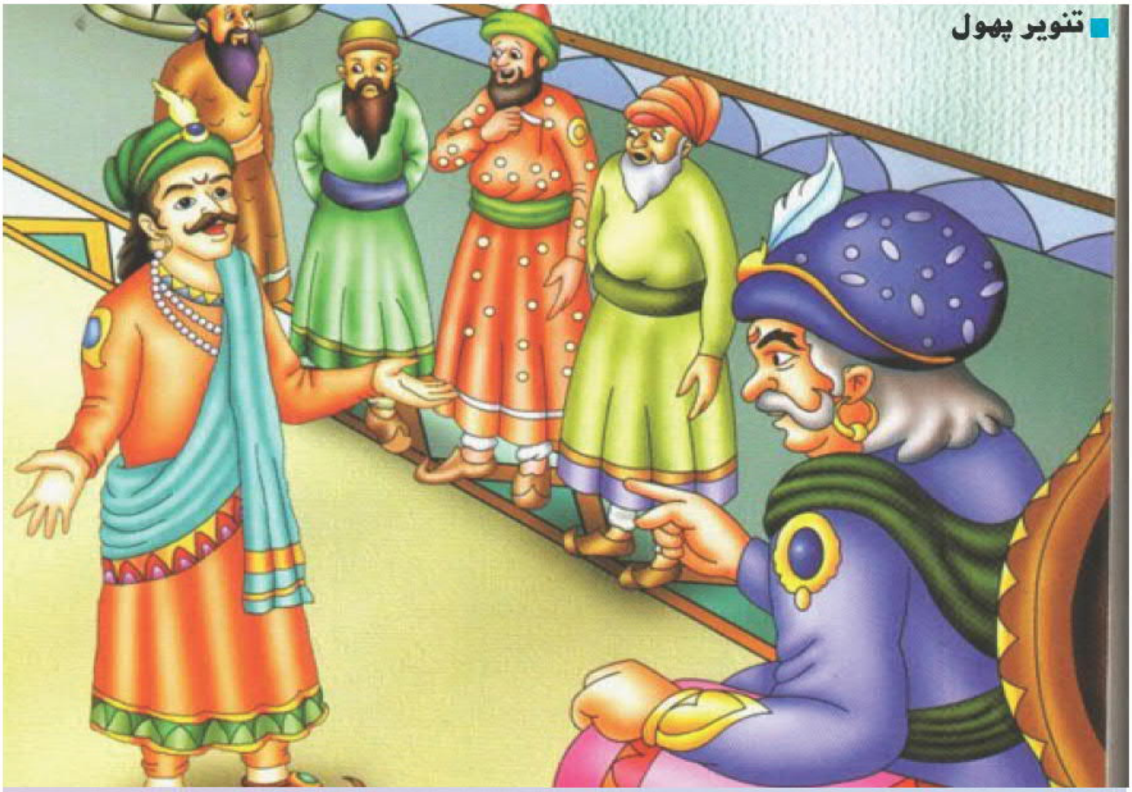

■ تنویر پھول

ذہانت اور عقل مندی

شاہ جمشید کی اکلوتی بیٹی شہزادی یاسمین جب سنِ شعور کو پہنچی تو شاہی محل میں سینکڑوں شاہزادوں اور وزیرزادوں کے پیام آنا شروع ہوگئے کیونکہ شہزادی یاسمین پھولوں سے بھی زیادہ خوب صورت اور تتلیوں سے بھی زیادہ حسین تھی! لیکن شاہ جمشید اور خود شہزادی کی بھی یہی خواہش تھی کہ اس کا ہونے والا شوہر کسی ملک کا شہزادہ ہونے کے ساتھ ساتھ عقل منداور ذہین بھی ہو، چنانچہ شاہ جمشید نے شہزادوں کی عقل مندی کا امتحان لینے کے لیے سونے کے تین پتلے بنوائے جو دیکھنے میں بالکل ایک جیسے تھے۔ علاوہ ازیں چاندی کے بارہ فریم تیار کرائے جن میں سے گیارہ فریموں کے پیچھے شہزادی کے مجسمے رکھ دیے گئے، صرف ایک فریم خالی رکھا گیا جس کے پیچھے شہزادی کو کھڑا ہونا تھا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد شاہ جمشید نے سارے ملکوں میں یہ اعلان کرادیا کہ جو شہزادہ صحیح صحیح بتائے گا کہ ان تین پتلوں میں سے کون سا پتلا زیادہ قیمتی ہے؟ اور اصلی شہزادی کس فریم کے پیچھے کھڑی ہے؟ اس کی شادی شہزادی یاسمین کے ساتھ کردی جائے گی اور بادشاہ کے بعد تخت کا وارث بھی وہی ہوگا۔ اس اعلان کو سننے کے بعد سیکڑوں شہزادے قسمت آزمائی کے لیے آئے لیکن صحیح جواب نہ دے

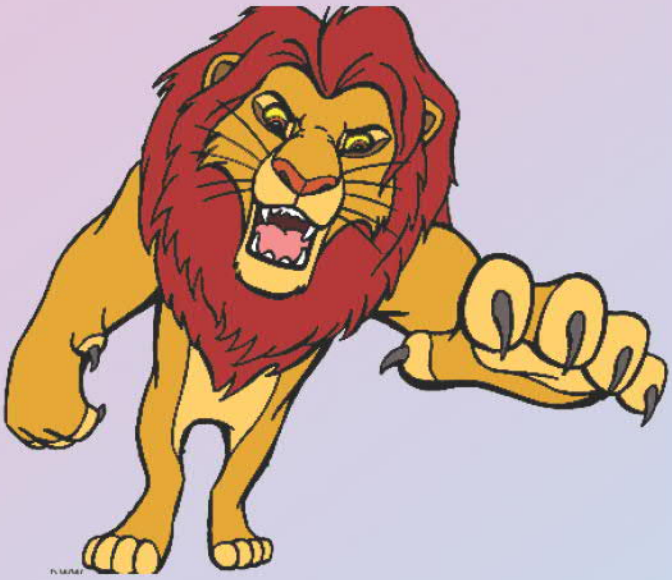

سکے اور شہزادی یاسمین سے شادی کی حسرت لیے ہوئے ناکام و نامراد واپس لوٹے۔ نوجوان شہزادے نعیم نے جوزیورِ تعلیم سے پوری طرح آراستہ ہو چکا تھا اور غیر معمولی طور پر دلیر اور عقل مند واقع ہوا تھا، جب شہزادی یاسمین کے حسن و جمال اور اس کی شرطوں کا تذکرہ سنا تو دوسرے شہزادوں کی طرح اس کے دل میں بھی شہزادی یاسمین کو حاصل کرنے کی تمنا انگڑائیاں لینے لگی۔ اسے اپنے آپ پر پورا بھروسا تھا کہ وہ شاہ جمشید کے سوالوں کا صحیح جواب دے سکے گا، چنانچہ اس نے اپنی قسمت آزمانے کا مصمم ارادہ کرلیا لیکن جب اس نے والدین سے اپنا مدعا بیان کیا تو وہ راضی نہ ہوئے۔ آخر کار جب نعیم کا اصرار حد سے زیادہ بڑھا تو بادشاہ اور ملکہ نے بادلِ ناخواستہ اسے قسمت آزمائی کی اجازت دے دی۔ شہزادہ نعیم والدین کی اجازت پاکر بہت خوش ہوا، اس نے شاہی اصطبل سے ایک تیز رفتار گھوڑے کا انتخاب کیا اور ضروری سامان سے لیس ہوکر مغرب کی سمت روانہ ہوگیا۔ چلتے چلتے وہ ایک جنگل میں پہنچا، شہزادہ نعیم نے بہت کوشش کی کہ شام ہونے سے پہلے وہ اس جنگل کو عبور کرلے لیکن جنگل گھنا ہونے کی وجہ سے گھوڑا تیز نہ دوڑ سکا اور رات ہوگئی، چنانچہ شہزادے نے گھوڑے کو ایک مضبوط درخت کے تنے سے باندھا اور خود درخت پر چڑھ کر سو رہا۔ ابھی صبح ہونے میں کچھ دیر باقی ہی تھی کہ اچانک گھوڑے کے ہنہنانے کی وجہ سے شہزادے کی آنکھ کھل گئی، اس نے نیچے نظر ڈالی تو دیکھا کہ ایک خوف ناک شیر گھوڑے پر گھات لگائے کھڑا ہے اور جلد ہی وہ اس پر حملہ کرنے والا ہے۔ اس منظر کو دیکھ کر شہزادے کی آنکھوں میں خون اتر آیا، اس نے اپنی تلوار سنبھالی اور بجلی کی سی سرعت سے شیر کی پشت پر کود پڑا، شیر غرا کر پیچھے پلٹا لیکن شہزادے نے تلوار کے مسلسل وار سے اسے ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ قریب ہی ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔ شہزادے نے منہ ہاتھ دھوکر جنگلی پھل کھائے اور چشمے کا ٹھنڈا اور صاف و شفاف پانی پی کر خدا کا شکر ادا کیا، بعد ازاں وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر آگے روانہ ہوگیا۔ ایک طویل مسافت طے کرنے کے بعد وہ ایک پر رونق شہر میں داخل ہوا اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ چکا ہے تو اسے بے انتہا خوشی ہوئی۔ شاہی محل کے دروازے پر پہنچ کر شہزادہ نعیم نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا کہ کچھ دیر بعد محل کے اندر سے ایک ملازم باہر آیا اور اجنبی شہزادے کو مخاطب کرکے کہنے لگا ''آج رات آپ شاہی مہمان خانے میں قیام کریں گے۔ کل صبح دربارِ عام میں بادشاہ سلامت آپ سے دونوں سوالوں کے متعلق گفتگو کریں گے، چنانچہ شہزادہ نعیم کو چند خادموں کی معیت میں شاہی مہمان خانے پہنچا دیا گیا۔ رات بھر شہزادے کے دماغ میں ایک ہلچل سی مچی رہی۔ دوسرے

دن دربارِ عام میں شہزادے کے سامنے سونے کے تینوں پتلے پیش کیے گئے اور پوچھا گیا کہ ان پتلوں میں سب سے زیادہ قیمتی پتلا کون سا ہے اور کیوں؟ اس سوال کا جواب زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے میں دینا تھا۔ شہزادے نے تینوں پتلوں کا وزن کیا، خوب اچھی طرح سے دیکھا بھالا لیکن کوئی ایسا فرق نظر نہ آیا جس کی بنا پر ایک پتلے کو دوسرے پتلوں پر فوقیت دی جاسکتی۔ جب ایک گھنٹہ پورا ہونے میں صرف چند منٹ رہ گئے تو امید کی ہلکی سی کرن نظر آئی۔ شہزادے نے کچھ دھاگا طلب کیا، فوراً دھاگا حاضر کیا گیا۔ شہزادہ نعیم نے ایک پتلا اٹھایا اور دھاگے کا سرا پتلے کے کان میں ڈال کر اسے اندر گھسانا شروع کیا، دھاگا پتلے کے دوسرے کان سے باہر نکل گیا۔ شہزادے نے اس پتلے کو ایک طرف رکھ دیا اور دوسرا پتلا اٹھایا۔ تمام اہل دربار یہ سارا منظر بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اب شہزادے نے پتلے کے کان میں دھاگا ڈالنا شروع کیا، اس مرتبہ دھاگا پتلے کے منہ سے باہر نکل گیا لیکن جب اس نے تیسرے پتلے کے کان میں دھاگا ڈالا تو سارا دھاگا پتلے کے اندر چلا گیا۔ یہ دیکھ کر وفورِ مسرت سے شہزادے کی آنکھیں چمکنے لگیں، اس نے کہنا شروع کیا ''پہلا پتلا اس شخص کی مانند ہے جو ایک کان سے سنتا ہے اور دوسرے کان سے باہر نکال دیتا ہے، دوسرے پتلے کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو کسی راز کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا کیونکہ وہ جو کچھ سنتا ہے، سب منہ سے باہر نکال دیتا ہے۔ ان دونوں کے برعکس تیسرا پتلا اس عقل مند آدمی کے مانند ہے جو تمام باتیں سن کر انھیں اپنے دماغ میں محفوظ رکھتا ہے، وہ بولتا کم ہے اور سنتا زیادہ ہے پس تیسرا پتلا سب پتلوں سے زیادہ قیمتی ہے۔'' جب شہزادہ اپنا بیان ختم کرچکا تو بادشاہ نے اعلان کیا کہ شہزادے کا جواب بالکل درست ہے اور ہم شہزادے کی غیر معمولی ذہانت پر اسے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ تمام دربار تالیوں سے گونج اٹھا اور شہزادہ نعیم کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ دوسری شرط پوری کرنے سے پہلے شہزادے کو کچھ وقفہ دیا گیا چنانچہ اپنے طے کردہ منصوبے کے مطابق اس نے باریک پسی ہوئی پھٹکری کی ایک شیشی اپنی جیب میں چھپا کر رکھ لی۔ جب وہ فریموں کے پاس سے گزرنے لگا تو اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ تمام فریموں کے اندر مجسموں کی شکلیں بالکل ایک جیسی تھیں اور شہزادے کا اصلی چہرہ پہچاننا بہت مشکل تھا بہرحال شہزادے نے شیشی نکالی اور ہر مجسمے کی آنکھوں میں پھٹکری چھڑکتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ جب اس نے ایک مجسمے کی آنکھوں میں پھٹکری چھڑکی تو بے اختیار مجسمے کی آنکھوں سے پانی نکلنے لگا اور اس طرح شہزادے نے شہزادی یاسمین کو فوراً شناخت کرلیا۔ چونکہ شہزادہ نعیم دونوں شرطوں کو پورا کرچکا تھا اس لیے وعدے کے مطابق بڑی دوم دھام اور تزک و احتشام کے ساتھ اسے اور شہزادی یاسمین کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کردیا گیا۔ اس مبارک موقعے پر شہزادی یاسمین کے ساتھ ساتھ شاہ جمشید اور ان کی ملکہ کی مسرتوں کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ چونکہ شہزادی یاسمین کے علاوہ ان کی اور کوئی اولاد نہ تھی اس لیے شاہ جمشید نے اپنا تخت و تاج بھی شہزادہ نعیم کو سونپ دیا اور خود گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ جب شہزادہ نعیم کے والدین نے اپنی چاند سی بہو کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے انھیں اتنا عقل مند اور ذہین فرزند عطا فرمایا تھا۔

■

Tanveer Phool
22 Leek Shor Drive Apartment 2-C
Water Welt,New York - 12189

انصاری عربینہ محمد حبیب

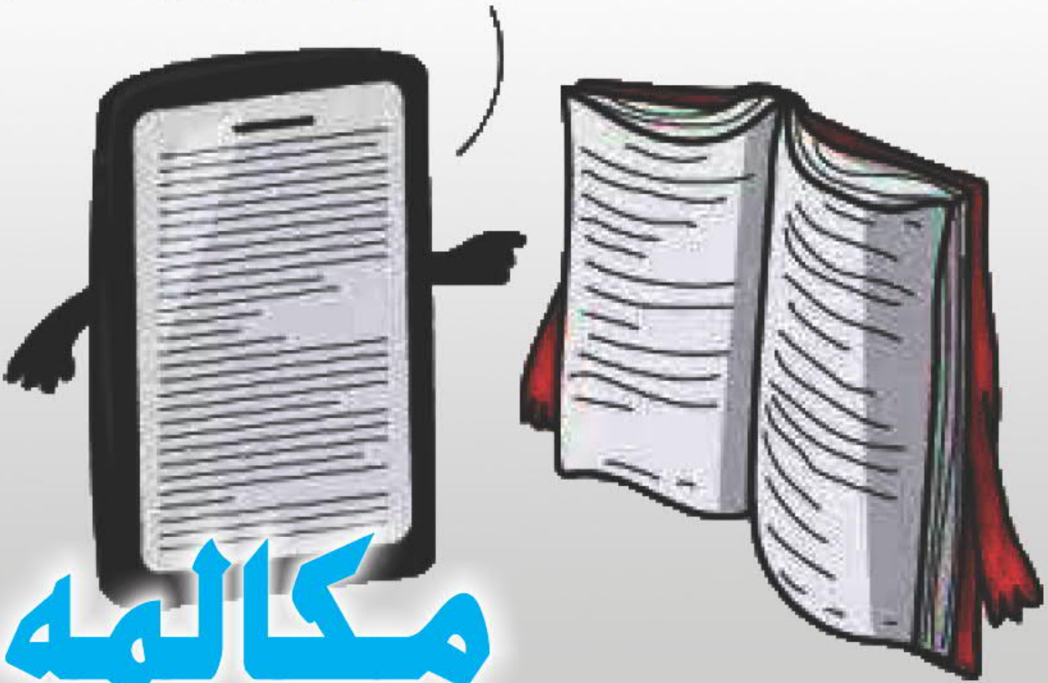

مکالمہ

کتاب: السلام علیکم! کیسے ہوتم، سب خیریت ہے۔

موبائل: وعلیکم السلام! الحمدللہ، ویسے تم کیسی ہو۔ بہت دنوں کے بعد دکھائی دے رہی ہو۔

کتاب: میں بھی ٹھیک ہوں۔ اب میں تمھیں کیا بتاؤں اپنا حالِ دل۔ ویسے میں اس لیے نہیں دکھائی دیتی کہ لوگوں نے مجھے بھلا دیا ہے۔ آج اتفاق تھا کہ مالک کو میری ضرورت پڑی تو اس نے مجھے پڑھا اور یہاں لاکر رکھ دیا اور ہماری ملاقات ہوگئی۔ ورنہ میں بالکل بور ہوجاتی ہوں تنہا بس الماریوں میں بجی۔ تم تو ہر جگہ گھومتے ہو۔

موبائل: ہاں! میں ہر جگہ مالکوں کے ساتھ رہتا ہوں اور اُن کے کام آتا ہوں لوگ مجھے پسند کرتے ہیں ہر طرف میرے ہی چرچے ہیں۔ لوگ دن رات مجھ سے لگے رہتے ہیں۔ میں تھک کے چُور ہوجاتا ہوں۔ تم کہاں کھوگئیں۔

کتاب: کہیں تونہیں وہ بس میں اپنے بارے میں سوچ رہی تھی۔ انسان نے مجھے پڑھنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ مجھ سے دلچسپی ختم کردی ہے۔ وہ تو بس موبائل موبائل کرتے تمھارے پیچھے لگے ہوتے ہیں۔

موبائل: تم صحیح کہتی ہو۔ لوگوں نے تمھیں بھلا دیا ہے اور صرف میرے ہی پیچھے رہتے ہیں مجھے بہت افسوس ہوتا ہے جہاں میری وجہ سے اتنے سارے فائدے تھے اس سے کئی زیادہ نقصانات ہیں۔

کتاب: نقصان کیسا؟

موبائل: ہم موبائل بہت خوش تھے۔ کیونکہ ہم سے بے شمار فائدے ہیں۔ لیکن ہم لوگوں سے پھر بہت سے برے اور نازیبا کام لیے جانے لگے۔ ہمیں اپنا وجود شرمناک لگتا ہے۔

کتاب: سچ کہا تم نے۔ اس کے علاوہ لوگوں کا سارا دھیان تمھاری ہی طرف ہوتا ہے۔ موبائل کی بے جا سہولیات کی وجہ سے لوگوں نے تو اپنے خدا کو یاد کرنا چھوڑ دیا ہے اس کی قدرت کو باریکی سے دیکھنا چھوڑ دیا ہے اور قدرت سے دور ہو گئے ہیں سفر کے دوران بھی قدرت کا مزا لینے کے بجائے موبائل میں مصروف رہتے ہیں۔

موبائل: آج ایسے ہی اتنی مصروفیات ہیں اس کے باوجود لوگ مجھ سے جڑے ہوتے ہیں۔ مجھے افسوس ہوتا ہے زیادہ تر انسانوں نے آج عبادت، اخلاق، رویہ اور ایسے تمام حقوق بھلا دیے ہیں اس کی وجہ Internet کا استعمال ہے۔ کتاب کیا تمہاری وجہ سے بھی نقصانات ہوتے ہیں۔

کتاب: نقصانات وہ بھی مجھ سے ناممکن مجھ سے بہت سے فائدے ہیں تم سے کئی زیادہ۔

موبائل: اتنا فخر تو مت کرو۔

کتاب: فخر تھوڑی کر رہی ہوں بتا رہی ہوں۔ مجھے پڑھنے سے بہت سی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ لوگوں کے اخلاق و برتاؤ میں مثبت بدلاؤ آتا ہے۔ پڑھنے سے بات اثر کرتی ہے اور ہمارے خاندان میں مت پوچھیے مختلف موضوعات پر ایسی ایسی کتابیں موجود ہیں کہ بڑی بڑی بلڈنگیں کم پڑ جائیں گی۔

موبائل: کیا تمہارا خاندان اتنا بڑا ہے۔

کتاب: ہاں بے شک! لیکن خاندان کے بڑے ہونے سے کیا فائدہ لوگوں نے کتابیں پڑھنا ہی چھوڑ دیا ہے۔

موبائل: کیا تمھیں لوگ پڑھتے نہیں۔

کتاب: پڑھتے ہیں لیکن بہت ہی کم لوگ۔ لوگوں کی اتنی مصروفیات ہیں۔ مجھے ایسے لوگ پڑھتے ہیں جسے مجھ سے دلچسپی ہو اور میری اہمیت معلوم ہو۔

موبائل: اہمیت! کیا ہے تمہاری اہمیت۔

کتاب: اوفوہ! تم کتنے سوال پوچھتے ہو۔ میں بتاتی ہوں اہمیت۔ لوگ ہم کتابوں کو پڑھتے ہیں جس سے زبان و ادب زندہ رہتا ہے۔ لوگ دینی و دنیاوی معلومات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ ہر مضمون، کہانی و

ناول میں کوئی نہ کوئی پیغام ضرور ہوتا ہے جس سے شخصیت میں نکھار آتا ہے بہت سی چیزوں کی تبلیغ ہوتی ہے۔ انسان قدرت کے قریب ہوتا ہے۔ غورو فکر کرنے لگتا ہے۔ کتابیں پڑھنے سے انسان باادب ہوتا ہے۔ بے ادبی نہیں سیکھتا تمھارے جیسا۔

موبائل: طعنے مار رہی ہو مجھے۔ اتنا گھمنڈ مت کرو کیونکہ لوگوں نے تمھیں پڑھنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ یہ کیا تمھاری آنکھوں میں آنسو۔

کتاب: مجھے بھی افسوس ہوتا ہے آج انسان کتنے خسارے میں ہے۔ کتابیں تو بہت شوق سے خرید بھی لیتے ہیں تو الماریوں میں سجا دیتے ہیں۔ پڑھتے ہی نہیں آج مصروفیات بہت ہیں انسان کی، لیکن جس طرح وقت نہ ہونے پر بھی وہ موبائل کو وقت دیتے ہیں اور دیگر غیر ضروری کام کرتے ہیں اسی طرح مجھے بھی تھوڑا وقت دے سکتے ہیں۔ میں زیادہ وقت تو نہیں مانگتی۔ ہم کتابوں پر گرد جم گئی ہیں۔ قرآن و دیگر مذہبی کتابوں کو تو پڑھتے نہیں دیگر مصنوعات پر کیا پڑھیں گے۔ انسان خود کہتے تھے کہ کتاب انسان کی بہترین دوست ہے۔ کتاب تنہائی کا ساتھی ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اب یہ بے معنی جملے بن کر رہ گئے ہیں۔

موبائل: ویسے ہم آج کئی دنوں بعد ملے ہیں۔ ہم نے دکھوں کا اظہار کیا۔ دل کو سکون مل رہا ہے۔

کتاب: ہاں کہتے ہیں کہ دکھ بتانے سے دکھ کم ہوجاتا ہے۔ ویسے آج تم اتنی دیر کیسے رُک گئے۔

موبائل: میرے مالک آج مجھے لے جانا بھول گئے اچھا ہی ہوا اور ہمیں بات کرنے کا موقع مل گیا۔

کتاب: ہماری ویسے ہم نے اتنی گفتگو کی کسی نے سنا تو نہیں۔ ورنہ انسانوں کو پتہ چلے گا وہ ہم پر خفا ہوں گے کیونکہ سنا ہے انسانوں کو سچی بات کڑوی لگتی ہے۔

موبائل: ہماری بات کسی نے نہیں سنی۔ ویسے یہ تمام باتیں اگر انسانوں کو معلوم ہو تو بہتر ہی ہوگا کم از کم عقل تو آئے گی انسانوں کو۔

کتاب: عقل آئے گی کا مطلب۔

موبائل: مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی خامیوں پر غور کرے گا کہ وہ کس خسارے میں ہے اور کس طرح گناہ کے دَل دَل میں پھنستا چلا جا رہا ہے اور پھر وہ اچھائی کی طرف قدم بڑھائے گا۔

کتاب: سچ مچ۔

موبائل: ٹھیک ہے اب رات ہوگئی ہے۔ میں تھوڑا سا آرام کرلوں ورنہ میرا مالک آئے گا پھر میرے پیچھے لگ جائے گا اپنی نیند کے علاوہ میری نیند حرام کردے گا۔ پھر ملیں گے شب بخیر، گڈ نائٹ۔

کتاب: گڈ نائٹ! شب بخیر تو آج میری ہے۔ آج میں بہت دنوں بعد اطمینان سے سوجاؤں گی۔ بے فکر... کیونکہ اب مجھے انسانوں سے بہت سی امیدیں ہیں۔

■

Ansari Arbeena Mohd Habeeb
Naegaon, Salamatpura, Athar Seth Buliding
Bhiwandi (Thane), Maharashtra

ضیاء الرحمن جعفری

کیا ملتا ہے

پھول جو گُلشن میں کھلتا ہے
اس سے اس کو کیا ملتا ہے
بادل جب آکاش پہ چھاتا
کیا خود اپنی پیاس بُجھاتا
ڈال ڈال پر پھل جب آئے
پیڑ نہ خود ہی اس کو کھائے
پانی پیتا کب ہے سمندر
رکھتا ہے جو اپنے اندر
پیڑ ہمیں جو سایہ دیتا
کیا کچھ اپنے خاطر لیتا
ہری بھری جو یہ لگتی ہے
وہ دھرتی کیا خود رکھتی ہے
کھڑا ہے جانے کب سے پربت
جس کی کچھ بھی نہیں ہے چاہت
جگ میں جو اعلیٰ لگتے ہیں
اپنی خاطر کب جیتے ہیں

Zeaur Rahman Jafri
High School Mafi + 2, Via- Asthawan
Distt: Nalanda - 803107 (Bihar)

مترجم: انیس الدین ملک

رانگا ایک نرالی دھات ہے

رانگا دیگر اشیاء کی طرح مختلف شکلوں میں پایا جاتا ہے۔ عام چاندی کی طرح سفید چمکتی ہوئی شکل کے علاوہ خاکی رنگ میں بھی پایا جاتا ہے جس کی کیمیاوی خصوصیات سفید رنگ کی دھات کی طرح ہیں۔ جب خاکی سفوف کو گرم کرتے ہیں تو یہ سفید رنگ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اس کے برخلاف کچھ حالات میں سفید رانگا خاکی سفوف میں تبدیل ہوسکتا ہے۔

1851 میں سفید رانگے کو خاکی رانگے میں تبدیل ہونے کی ایک قابلِ غور مثال اس وقت دیکھی گئی جب زٹز کے گرجا گھر میں موجود سترہویں صدی کے آرگن باجے کی مرمت کی ضرورت پڑی۔ زٹز جرمن میں سلیسیا کا ایک قصبہ ہے جہاں کبھی کبھی شدید سردی پڑتی ہے، آرگن کا پائپ ایک بھرت کا بنا ہوا تھا جس میں 96.23فی صدی رانگا اور 3.77 فی صدی سیسہ تھا۔

کاریگروں نے دیکھا کہ پرنسپل اسٹاپ کے پائپ میں خاکی رنگ کے مے کی طرح دھبے تھے جو چہرے یا ہاتھ کے چیچک کے داغ کی مانند تھے، پائپ کو شدید نقصان پہنچا تھا۔ اس کا چار فٹ لمبا حصہ تقریباً پچاس مئے کے داغ نما دھبوں سے پھولا ہوا تھا۔ یہ دھبے 1/4 انچ قطر سے ایک انچ قطر تک کے تھے۔ جب پائپ کو نکالا گیا تو بہت سے دھبے خاکی سفوف کی شکل میں جھڑ گئے۔

پہلے تو سائنسدانوں کا خیال تھا کہ آرگن کو بجانے سے ارتعاش کی وجہ سے دھات خاک میں تبدیل ہوکر گر گئی۔ لیکن

یہ خیال زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکا کیونکہ اسی طرح کا ایک واقعہ سینٹ ہیٹرس برگ میں ایک کسٹم گودام میں پیش آیا۔

اس واقعے کو ایک ممتاز روسی سائنسداں نے اس طرح بیان کیا ہے۔

''فروری 1865 میں ایک تجارتی فرم کے صدر نے مجھے اطلاع دی کہ کسٹم کے گودام میں ٹن کی چھڑوں کا ایک بڑا ذخیرہ منتشر ہوگیا ہے۔ مجھے چند سال پہلے کے ایک واقعے کی یادداشت تھی جب فوج کے لیے ڈھلے ہوئے رانگے کے بٹن کی ایک خاصی مقدار جو ایک ملٹری ڈپو میں رکھی ہوئی تھی، کے معائنے کے بعد پتہ چلا کہ وہ اپنی اصل حالت میں نہیں تھے۔ بلکہ ان کی جگہ پر بے شکل منتشر اشیاء کا انبار تھا اور اس ناقابلِ توضیح واقعے کی تحقیق کی گئی تھی۔''

''مجھے اس کا علم نہیں کہ ان تحقیقات سے کچھ نتیجہ برآمد ہوا اس لیے میں فوراً ہی اس جگہ کی جانب روانہ ہوا تاکہ موقع پر منتشر رانگے کا معائنہ کروں۔ میں نے دیکھا کہ بہت سی چھڑیں اپنی اصلی حالت میں ہیں جبکہ کچھ اپنی اصلی حالت سے مکمل طور سے بدل گئی تھیں۔''

''مجھے شروع سے ہی پوری طرح یقین تھا کہ رانگے میں اس تبدیلی کی وجہ تھی سینٹ پیٹرس برگ میں 68-1967 کی سردی کا غیر معمولی کم درجۂ حرارت۔''

بعد میں کیے ہوئے تجربات نے پروفیسر کے نظریے کو اثبات میں ثابت کردیا اور اس نے گرم کرکے خاکی سفوف کی بیشتر مقدار کو اصلی حالت میں لادیا۔

آج کل یہ بات سڑک پر چلتے پھرتے آدمیوں کو بھی معلوم ہے کہ اصلی سفید رانگا 13 ڈگری سینٹی گریڈ سے کم درجہ حرارت پر خاکی رانگے کے سفوف میں تبدیل ہونے لگتا ہے اور خاص طور سے 40 ڈگری سینٹی گریڈ پر تبدیلی بہت تیزی سے ہوتی ہے، گرچہ بیشتر ممالک میں درجہ حرارت 40 ڈگری سینٹی گریڈ سے نیچے نہیں گرتا ہے اس لیے یہ تبدیلی بہت آہستہ آہستہ ہوتی ہے۔

اس تبدیلی میں تیزی لانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ سفید رانگے کے ٹکڑے پر تھوڑا سا خاکی سفوف ڈال دیا جائے۔ ایسا کرنے سے کمرے کے درجہ حرارت پر ہی تبدیلی ہوجائے گی۔ ایک دفعہ یہ کسی جگہ پر شروع ہوجائے تو تیزی سے اس وقت تک پھیلتا ہے جب تک کہ سارا رانگا ''بیمار'' نہ پڑ جائے اور آبلوں سے پوری طرح سے ڈھک نہ جائے۔ کاریگر اس بیماری کو سالوں سے جانتے ہیں۔ کچھ ایسے رانگے کی چیچک اور کچھ اسے پلیگ یا رانگے کی بلا کہتے ہیں۔ رانگے کے چیچک اور حیوانوں کے چیچک میں بہت زیادہ مشابہت ہے۔ یہ نہ صرف داغ دھبے میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں بلکہ اسی طرح چھوت کی وجہ سے پھیلتے بھی ہیں۔ جس طرح اگر ایک انسان کے خون میں چیچک کے مریض کی پیپ ڈال دی جائے تو وہ بھی بیمار ہوجائے گا۔

رانگے کے مسّے یا آبلے کبھی کبھی ان پرانے تمغوں یا سکوں میں پائے جاتے ہیں جن میں رانگا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس بیماری کا نام ''مرضِ عجائب خانہ'' دیا گیا ہے۔ یقیناً پرانے سکے اور میڈل اسی طرح ضائع ہوتے ہوں گے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ کیپٹن اسکاٹ اور اس کے ساتھ دریافت کرنے والے اس کے ساتھی explorers کی انٹارٹک میں المناک موت کا سبب معمولی رانگے کا خاکی سفوف میں تبدیل ہونا ہوسکتا ہے۔

1911 میں جب کیپٹن اسکاٹ آیا تو اس نے سابق

کھوجیوں کا آزمودہ طریقہ اپنایا اس نے سمندر سے پول کے قریب تک ڈپوں کی لائن تیار کی۔ سردی کے موسم کے آنے سے قبل آدمیوں کی ایک جماعت کو اشیا خوردنی، جلانے والے تیل، کپڑوں اور دوسری ضروریات کے سامان کے ساتھ بھیجا گیا۔ انھوں نے مناسب جگہوں پر ڈپو قائم کیے جن میں سامان جمع کیا گیا۔ سب سے بڑا ڈپو جہاز سے تقریباً 150 میل دور بنایا گیا۔ اس میں کثیر مقدار میں سامان جمع کیا گیا اور اس کا نام ایک ٹن کیمپ رکھا گیا۔ جب قطب پر پہنچنے کا آخری دور شروع ہوا تو کیپٹن اسکاٹ اور اس کے چار آدمی ایک ٹن کیمپ سے روانہ ہوئے اور ساتھ میں ایندھن کے تیل اور اشیا خوردنی سے بھری برف گاڑی کو کھینچنے لگے۔ راستے میں انھوں نے کئی مقامات پر چھوٹے چھوٹے ڈپو قائم کیے جن میں کھانے اور ایندھن کی اشیاء کو چھوڑ دیا تاکہ واپسی میں اسے استعمال کیا جاسکے۔ وہ حتی الامکان تیزی کے ساتھ بڑھتے ہوئے قطب پر پہنچ گئے۔ وہاں ان کے لیے ناامیدی انتظار کر رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا میں ناروی جھنڈا لہرا رہا تھا جسے اسکاٹ ریسرچسٹ کے رقیب

ناروی امیڈسن نے لگایا تھا۔ یہ دوسرے راستے سے آیا تھا اور قطب پر تھوڑی دیر قبل آپہنچا تھا۔

واپسی کا سفر بہت اچھے موسم میں شروع ہوا تھا لیکن کچھ معاملے بعد موسم خراب ہوگیا اور حالات خوفناک ہوگئے۔ انھیں بڑی تیز ہوا اور برف کے طوفان کا سامنا کرنا پڑا۔ راستے میں بہت سی برف کی دراڑیں پیدا ہوگئیں۔ جس کی وجہ سے برف گاڑیوں کا گھسیٹنا انتہائی مشکل ہوگیا۔ کچھ لمحے بعد ایک آدمی Frostbite کا شکار ہوا اور مر گیا۔ دوسرے لوگوں نے سفر جاری رکھا اور چھوٹے ڈپو پر رکتے رہے جسے انھوں نے جاتے وقت قائم کیا تھا۔ وہاں انھیں کھانے کا سامان ملا جسے وہ چھوڑ گئے تھے۔ لیکن کسی وجہ سے تیل کی یہ مقدار چلتے وقت چھوڑے گئے تیل کی مقدار کی بہ نسبت کافی کم تھی۔ لیکن وہ ایک مہینے تک سفر کرتے رہے۔ تب کیپٹن اوٹس کو یہ احساس ہوا کہ اس کا Frostbite کا مرض لاعلاج ہے اور وہ اپنے ساتھیوں کے لیے رکاوٹ کا باعث بنا ہوا ہے۔ اس نے مرنے کا فیصلہ کرلیا اور برفانی طوفان میں اپنے خیمے سے باہر نکل آیا، تاکہ وہ

مرجائے اور اس کے دوسرے ساتھی بحفاظت پہنچ جائیں۔ لیکن افسوس اس کی یہ قربانی رائیگاں ہوئی۔

باقی تینوں کھوجیوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی اور حفاظتی مقام سے بیس میل دور ایک ڈپو پر رکے اور کھانے اور تیل کے اسٹاک سے اپنے کو پُر کیا۔ اس بار پھر تیل کی مقدار جتنی ہونی چاہئے تھی اس سے کم تھی۔ جب وہ نومیل اور آگے بڑھے تو ایک اور برفیلا طوفان امنڈ آیا۔ اس لیے انھوں نے فیصلہ کیا کہ کینوس اس کے نیچے کیمپ میں اس دن ٹھہر جایا جائے۔ لیکن برفیلا طوفان کئی دنوں تک جاری رہا۔ کسی بھی آدمی کے لیے یہ ناممکن تھا کہ وہ باہر نکل سکے۔ اب انھیں یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ ان کے ایندھن کا ذخیرہ ان کے پکانے کے ذخیرے سے قبل ختم ہوجائے گا۔ ان کو معلوم تھا کہ گرمی خاص طور سے ایک گرم مشروب انٹارٹک کے لیے ضروری ہے۔ لیکن جب ان کا سارا ایندھن ختم ہوگیا تو ایسا لگا جیسے ان کی قسمت کا ستارہ ڈوب گیا ہو اس لیے کہ موسم اب بھی ویسا ہی تھا۔ نتیجہ کے طور پر تینوں کا انتقال ہوگیا جبکہ وہ کیمپ ایک ٹن اور حفاظتی کیمپ سے صرف 11 میل دور تھے۔

کیپٹن اسکاٹ کے پاس ایک ڈائری تھی اور موت سے قبل اس نے یہ اندراج کیا:

''میرے خیال میں بنی نوع انسان کی ایسی مصیبتوں بھرے لمحوں سے دوچار ہوتا ہے جس سے ہم لوگ ہوئے۔ ہم اس موسم میں بھی ساری دشواریوں پر قابو پا لیتے لیکن کیپٹن اوٹس کی بیماری اور ہمارے ڈپو میں ایندھن کی کمی جس کا میرے پاس کوئی جواز نہیں تھا۔ اس پر طوفان کی ستم ظریفی نے ہمیں بے بس کردیا اور اس ڈپو سے صرف گیارہ میل کی دوری پر جہاں سے ہم اپنی آخری سپلائی فراہم کرسکتے تھے۔''

اسکاٹ کی موت کے کئی سال بعد ایک کیمیاداں امریکن نے تیل کی کمی کی مندرجہ ذیل وجہ دی۔

''ڈپو کو غالب الامکان خالص یا بالکل خالص رانگے کے جوڑے سے ٹانکا لگایا گیا جو انٹارٹیکا کی شدید سردی کو برادشت نہیں کرسکے اور سفوف میں تبدیل ہوگئے۔''

اس طرح کے ڈبے رانگے کی چادروں کے بنائے جاتے ہیں جو سیون پر ہوتے ہیں۔ لیکن امریکن نے ظاہر ہے جو Actual Solder استعمال کیا تھا اس کی Purity معلوم نہیں کی تھی۔ گرچہ یہ معلوم ہے کہ اس سال انٹارٹیکا میں شدت کی سردی تھی جس کے بارے میں سکاٹ نے بھی ذکر کیا ہے۔

اگر ٹانکے میں سے تھوڑا سا بھی رانگا خاکی سفوف میں تبدیل ہوجائے تو ایک چھوٹا سا سوراخ ضرور بنے گا۔ جب سیون سے اسی طرح سفوف گرے گا تو بہت سارے سوراخ بن جائیں گے اور ایسا ہی ہوا ہوگا جس کی وجہ سے تیل کی خاصی مقدار ہفتوں کے عرصے میں ضائع ہوگئی ہوگی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ڈبوں میں سے تیل نکلا۔ کیونکہ یہ ضبط تحریر ہے کہ ''ایک تلاشی جماعت نے ایک ٹن کیمپ میں خوردونوش اشیاء کو کافی مقدار میں تیل ملا ہوا پایا جو The cans کے تلے ایک کینوس کے Tank میں جمع تھیں۔ ایسے تیل کے ڈبے کے یکایک Leakage کی وجہ سے ہوا جو Cans کے اوپر 7 فٹ کی اونچائی پر رکھے ہوئے تھے۔ لیکن مذکورہ بالا Leakage کی تشریح قابلِ قبول ہے یا نہیں، یہ دوسری بات ہے۔

پہلے جب اس Cans کی وجہ کو سامنے رکھا گیا تو اس وقت تک وہ تمام معلومات جواب مہیا ہیں میسر نہیں تھیں۔ یہ معلوم تھا کہ زیادہ خالص رانگا ملاوٹ والے رانگے کے مقابلے

میں تبدیلی کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ درحقیقت یہ تبدیلی بالکل خالص رانگے کے لیے ہی موزوں ہے۔ عام قسموں کے Solder میں سیسے کی کافی مقدار ہوتی ہے جو اس تبدیلی کے لیے مانع ثابت ہوگی۔ Solder کو عرصہ دراز سے ایسے آلات کے پُرزے جوڑنے میں استعمال کیا جاتا ہے جو کم درجہ حرارت پر استعمال کیے جاتے ہیں جیسے ریفریجر۔ لیکن ایسے بہت ہی کم واقعات ضبط تحریر میں آئے ہیں جن میں رانگے کی وجہ سے کوئی آفت آئی ہو۔

بہت کم امکان اس بات کا بھی ہے کہ جس رانگے کا جوڑ چوڑیوں کے بنانے میں استعمال ہوا ہو وہ کسی طرح سے اس ملک کو چھوڑنے سے پہلے وہ خاکی سفوف سے چھوت کھا گیا ہو جس کی وجہ سے سفید رانگے میں چھوت لگ گئی ہو۔ حالانکہ اس میں بہت کم ملاوٹ ہو۔ اگر اسے بہت دنوں تک کم درجہ حرارت پر رکھا جائے تو یہ خاکی رانگے میں بدل جائے گا۔

یہ خیال کی ڈبوں میں چھوٹے چھوٹے سوراخ ہوں گے اس ٹیم کے ایڈر کے مشاہدہ کے برخلاف تھا جو اسکاٹ لینڈ اس کی جماعت کو پہنچانے کی کوشش کے سلسلے میں بھیجی گئی تھی اور جو قطب کی جانب جاتے ہوئے تھوڑے وقفہ کے لیے ایک ٹن کیمپ میں رکی تھی۔ اس نے لکھا کہ انھوں نے وہ ذخیرہ پایا جو کیمپ میں چھوڑ دیا گیا تھا اور انھوں نے دیکھا کہ کیرین کے اوپر پیرافن کے ڈبوں میں سے ایک ڈبہ Leakage کر گیا ہے۔ جس کی وجہ سے کیرین کے نیچے رکھا ہوا کچھ سامان خراب ہوگیا ہے۔ ڈبہ میں کسی قسم کا سوراخ نہیں پایا گیا۔

یہ بیان کہ ڈبوں میں کوئی سوراخ نہیں پایا گیا۔ اس کہانی کی تشریح کو مشکوک کردیتا ہے، جب تک کہ یہ فرض نہ کرلیا جائے کہ سوراخ اتنے چھوٹے تھے کہ نظر نہ آسکے۔

ہکسلے جس نے اسکاٹ کی ڈائری کو ایڈٹ کیا ہے نے بالکل مختلف تشریح بیان کی ہے۔

"کمیابی کی وجہ یہ بیان کی جاسکتی ہے کہ ڈپو گرمی اور سردی کی انتہا کے تعلق میں رہا۔ تیل خاص طور سے آسانی سے ابخارات میں تبدیل ہونے والا Specially Volatile تھا اور سورج کی گرمی ابخارات بنانے میں مددگار ثابت ہوئی اور ڈبوں کو بغیر نقصان پہنچائے کنڈوں سے باہر نکل گئی۔ یہ عمل اور تیزی سے ہوا کیونکہ کنڈوں میں لگے واشرس ختم ہو چکے تھے۔ اس لیے اب ایک قومی وجہ تسمیہ ہے کہ امریکن کی تشریح کو رد کیا جاسکے۔

1956 کے انٹارٹیکا کی ایک مہم Expendition نے کچھ سامان کو جو اسکاٹ نے 45 سال قبل چھوڑا تھا، دوبارہ پالیا اور اسے انگلینڈ واپس لائے۔ اس سامان میں تیل کے کچھ ڈبے بھی تھے۔ ان کا سائنسی طریقے سے رانگے کی ماہیت کو جانچنے کے لیے معائنہ کیا گیا اور اس کے بعد مندرجہ ذیل بیان دیا گیا:

"کم درجہ حرارت پر رانگے کی ماہیت کی ایک یقین دلانے والی مثال اسکاٹ کے 1911 کے انٹارٹیکا میں ملنے والی رانگے کی چادروں سے بنے ڈبوں کی ہے جن کو دوبارہ حاصل کیا گیا اور 1957 میں ٹن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں ان کی جانچ کی گئی۔ جب ان ڈبوں کا معائنہ کیا گیا تو خاکی ٹن کا اندرونی یا خارجی کہیں بھی نام و نشان نہیں تھا۔"

ماخذ: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی (سائنس کی کہانیاں)

شگفتہ انجم زیبا

تتلی رانی

تتلی رانی! تتلی رانی!
لگتی ہے یہ بڑی سیانی
گلشن میں رہتی ہے یہ
موسم کو سہتی ہے یہ
نازک کتنی ہوتی یہ
پھولوں پر ہے سوتی یہ
ہوتے اس کے کتنے رنگ
بچے اس کو کرتے تنگ
کالی کالی نیلی نیلی
ہری ہری اور پیلی پیلی
سب کے دل کو خوب لبھاتی
بچوں کے ہے من کو بھاتی
رس کو ہے پھولوں سے لاتی
باغ میں ہر دم آتی جاتی
مل جل کر آپس میں رہتی
دل کی بات ہے سب سے کہتی
وفا، محبت، الفت، پیار
ہے اس کا یہ کاروبار
زیبا تم تتلی بن جاؤ
اِدھر اُدھر تم اڑ کر جاؤ

Shagufta Anjum 'Zeba'
1/112, Gola Ghat, Ramnagar
Varanasi - 221008 (UP)

خان نظمی جھانسوی

کتنے بندر؟

ایک پیڑ تھا باغ کے اندر
اس پر تھے بندر ہی بندر
کچھ تھے ڈال کے اوپر بندر
کچھ تھے ڈال کے نیچے بندر
لائن میں چلتے ہیں بندر
دکھتے ہیں بندر ہی بندر
اک بندر کے آگے بندر
اک بندر کے پیچھے بندر
ادرک سے گھبراتے بندر
آم اور کیلا کھاتے بندر
بچوں سے نہیں ڈرتے بندر
ڈرتے ہیں لنگور سے بندر
ماں کے پیٹ سے چپکے بندر
بندر کے بچے ہیں بندر
بھپکی سے ہیں ڈراتے بندر
ہیں کتنے پھرتیلے بندر
اتنے بندر اتنے بندر
بڑے بڑے اور چھوٹے بندر
بچو ذرا بتاؤ گن کر
تم نے کتنے گنے ہیں بندر؟

Khan Nazmi, Jhansvi
56 (Part), Ali Ghol Khirki
Jhansi -284002 (UP)

مناظر حسن شاہین

میری خالہ جان

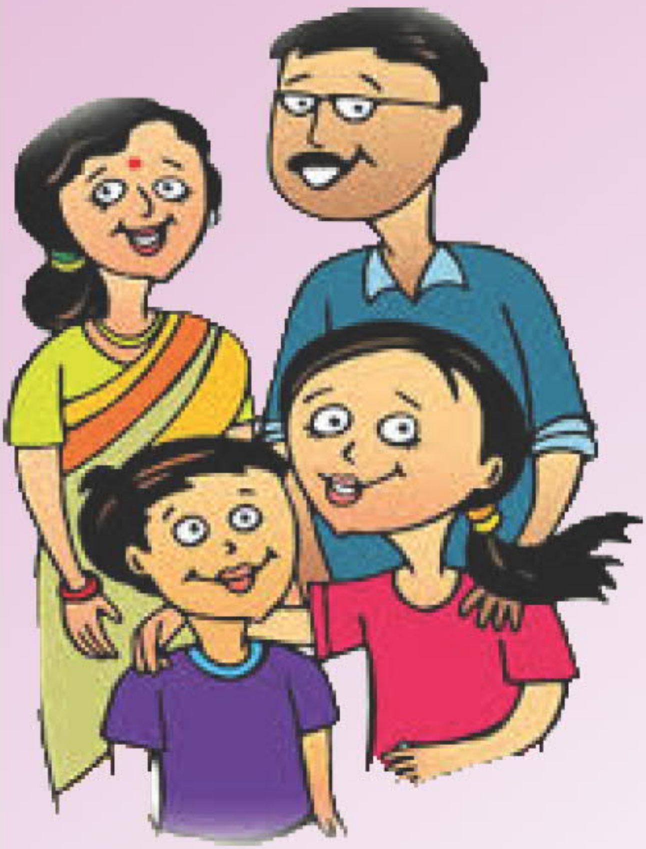

آئی ہیں پھر خالہ جان
میرے گھر بن کر مہمان
امّی کی پیاری بہنا
پہنے شفقت کا گہنا
دربھنگا سے آئی ہیں
تحفے ساتھ میں لائی ہیں
ساتھ میں خالو جان بھی ہیں
رضیہ اور عدنان بھی ہیں
خالو ہیں اعلا افسر
آتے ہیں کم ہی گھر پر
اعلا عہدہ، اونچی شان
لیکن ہیں سادہ انسان
خالہ کتنی اچھی ہیں
دل کی بالکل سچی ہیں
مورت میں جیوں جان پڑے
بات کریں تو پھول جھڑے
گویا شہد ٹپکتا ہے
جیسے پھول مہکتا ہے
ہم سب ان پر واری ہیں
خالہ سب کی پیاری ہیں

■

Manazir Hasan Shaheen
Middle School, Luxmipur
Via.: Chakand, Gaya - 804404 (Bihar)

ایم رحمن

بہادری کو سلام

انجم اور شہناز دو بہنیں تھیں۔

انجم کی عمر دس برس اور شہناز سات سال کی تھی۔

یہ دونوں بہنیں پڑھائی لکھائی میں تیز ہونے کے ساتھ ساتھ گھریلو کاموں میں بھی دلچسپی لیا کرتی تھیں۔

اکثر ماں باپ کی نصیحت کو بڑے غور سے سنا کرتی تھیں کہ ان کے لیے وہ کیا کہتے ہیں۔ اسی میں ان کی بھلائی تھی۔

عموماً خالی وقتوں میں دونوں 'بچوں کی دنیا' پڑھ کر خوش ہوا کرتی تھیں۔ ماں بھی خوش ہوتیں کہ وہ اپنا وقت برباد نہیں کرتی ہیں۔

ایک دن انجم کچن میں چائے بنا رہی تھی۔ چھوٹی بہن شہناز پاس ہی کھڑی یہ دیکھ رہی تھی اور ماں باپ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے اردو اخبار کی خبروں پر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔

انجم نے چائے کیتلی میں ڈال دی۔ جب وہ ٹرے لے جانے لگی تو شہناز نے کہا:

'باجی! چائے کی ٹرے میں لے جاؤں گی۔'

'ارے! تم ابھی چھوٹی ہو۔ خدا نخواستہ ٹرے نہ گر پڑے۔'

'نہیں...نہیں... باجی! میں ٹھیک ڈھنگ سے لے جاؤں گی۔'

اب وہ ٹرے لے کر جانے لگی تبھی اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور پیالیوں کی گرم گرم چائے اس کے پیروں پر گر پڑی۔ وہ بے ساختہ چیخ پڑی۔

آواز سن کر ماں باپ دونوں دوڑ پڑے۔

'ارے...! میری بچی کو یہ کیا ہوگیا؟'

'انجم تمہیں ٹرے اسے نہیں دینی چاہیے تھی۔'

ماں باپ دونوں ایک ساتھ برس پڑے۔

'چلیں... چلیں... جلدی کریں... اسے اسپتال لے کر جائیں۔ دیکھو میری بچی کا پیر کس قدر جل گیا ہے۔'

ماں نے شہناز کو گود میں اٹھاتے ہوئے کہا۔

'ہاں دیکھو! انجم تم اپنا خیال رکھنا... اور ہاں کسی اجنبی کے لیے دروازہ مت کھولنا۔'

'اچھا ممی!' یہ کہتے ہوئے اس نے صدر دروازہ بند کرلیا تھا اور اپنا ہوم ورک (Home Work) کرنے بیٹھ گئی۔ مگر اسے تو رہ رہ کر اپنی بہن کا جلا ہوا پیر اور اس کی چیخ کانوں میں آرہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں خود کو کوس رہی تھی کہ اسے چائے کی ٹرے نہ دیتی۔ انجم سوچ ہی رہی تھی تبھی اچانک کسی اجنبی کے دھم سے کودنے کی آواز آئی۔

انجم کچھ سمجھ پاتی وہ اجنبی آدمی اس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ اس نے اپنی آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا رکھا تھا۔

'ارے او لڑکی! شور وغل نہیں مچانا، ورنہ تمھیں گولی ماردوں گا۔' اس نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا۔

'روپے اور زیورات کہاں ہیں؟... جلدی بتاؤ۔'

اس اجنبی نے سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔

اب انجم یہ سمجھ چکی تھی کہ کوئی چور ہے جو اس کے گھر میں داخل ہوگیا ہے۔ مگر انجم نے اپنے ہوش وحواس کو نہیں کھویا۔ وہ اپنے دل ہی دل میں اس ناگہانی مصیبت سے نجات پانے کے بارے میں سوچنے لگی۔ تبھی اس کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔

'انکل... آپ صحیح وقت پر آئے ہیں... گھر پر اس وقت ہمارے علاوہ کوئی نہیں ہے... آپ جو چاہیں لے جاسکتے ہیں۔' انجم نے کہا۔

چور کو تعجب ہوا کہ ڈرنے کی بجائے یہ لڑکی خود سب لے جانے کے لیے کہہ رہی ہے۔ یہ کیسی بات ہے؟

'ناٹک بند کرو... لڑکی! مگر یہ تو بتاؤ تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟... کیا تمہیں مجھ سے کوئی خوف نہیں لگ رہا ہے؟'

'انکل... میرے ماں باپ دونوں بڑے ہی کنجوس ہیں۔ وہ مجھے پاکٹ منی بھی نہیں دیتے ہیں... اس لیے میں چاہتی ہوں کہ آپ سب کچھ اپنے ساتھ لے جائیں... انھیں بھی تو پتہ چلے کہ بچوں کو پیسے نہ دینے پر کیا ہوتا ہے۔' انجم بولی۔

چور کو ہنسی آ گئی...

'جلدی بتاؤ... الماری کہاں ہے؟' اس نے پوچھا تو انجم اسے ایک دوسرے کمرے میں لے گئی اور کنجی لا کر سامنے رکھ دی۔

'آپ اپنے بیگ میں روپے اور زیورات سب ڈال لیں... تب تک میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔'

'ٹھہرو... ٹھہرو! مجھے چائے وائے نہیں پینی ہے۔ کہیں تم چائے کے بہانے مجھے پولیس سے تو پکڑوانے کے لیے 100 نمبر تو نہیں ڈائل کر دو گی۔' اسے شک ہوا۔

'نہیں... نہیں... انکل... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں چائے بہت اچھی بناتی ہوں، اس لیے کہہ رہی ہوں۔'

یہ کہتے ہوئے وہ کچن میں داخل ہوئی۔ اپنے اس منصوبہ کے مطابق وہ فوراً جگ میں گرم گرم چائے ڈال کر لے آئی۔ تب تک چور سارے سامان کو سمیٹ چکا تھا۔

'میں سمجھتا ہوں چائے میں ضرور تم نے بے ہوشی کی دوائی ملائی ہوگی تا کہ میں بے ہوش ہو جاؤں اور پھر مجھے پھنسا دو۔'

'انکل... یہ سب فلموں میں ہوتا ہے۔ چائے میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے۔ دیکھیے میں پی کر دکھاتی ہوں۔' انجم نے جگ میں رکھی چائے کپ میں انڈیلی اور پی گئی۔

'لاؤ دو... جلدی کرو... تمہارے گھر والوں کے آنے سے پہلے مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔' چور نے بیگ اور پستول میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

انجم اسی موقع کی تاک میں تھی۔ اس نے بڑی تیزی سے جگ میں بھری پوری چائے چور کے منہ پر انڈیل دی۔

گرم گرم چائے چہرے پر گرتے ہی اس کی چیخ نکل پڑی۔ اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا...

انجم نے میز پر پڑے ہوئے پستول کو فوراً اٹھایا اور باہر سے دروازہ بند کر دیا...

'انکل... انکل...' اس نے باہر سے آواز لگائی۔ 'آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟'

پڑوس میں جا کر اس نے 100 نمبر ڈائل کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پولیس وین کی سائرن کی آواز سنائی دی۔

چور پکڑا گیا... انجم نے تو اسے دن ہی میں تارے دکھا دیے تھے۔ یہ اس کی سمجھ داری اور ہمت کی کہانی بن گئی۔

پولیس محکمہ نے بھی اسے انعام سے نوازا... اور صبح کے اخبار میں اس کی 'بہادری کو سلام' کیا گیا تھا...

■

M Rahman
160, Ghalib Aptt. Parwana Road,
Pitampura, Delhi - 110034

رحیم رضا

لفظوں کی مہک

گرمیوں کی تعطیل تھی۔ جلیس اپنی والدہ اور چھوٹی بہن عشرت کے ساتھ ننھیال آیا ہوا تھا۔ لیکن یہاں اس کا دل بالکل نہیں لگ رہا تھا کیونکہ اپنے گھر پر وہ اسکول سے لوٹ کر ہوم ورک کرنے کے بعد دن بھر کمپیوٹر اور اینڈرائڈ موبائل سے چپکا رہتا تھا۔ ننھیال میں نہ دن بھر بجلی رہتی تھی نہ وہاں کمپیوٹر تھا اس لیے وہ اپنے ساتھ ویڈیو گیم لے کر آیا تھا۔ یہاں ماموں جان کے بچوں کے لیے یہ بھی بالکل نئی چیز تھی لہٰذا سب اسے گھیرے رہتے ہر کوئی ویڈیو گیم لے کر کھیلنا چاہتا اور جلیس کی جھلاہٹ بڑھتی جاتی۔ وہ گاؤں آنا ہی نہیں چاہتا تھا لیکن ابو کمپنی ٹور پر تھے اور اسکول کی چھٹیاں امی اور عشرت کو آنا ہی تھا پھر اتنے دن جلیس گھر پر اکیلا کیسے رہ سکتا تھا سو اسے بھی آنا پڑا۔

ابھی ان لوگو کو یہاں آئے ہوئے دو تین روز ہوئے تھے کہ عشرت کے ہاتھ سے ویڈیو گیم چھوٹ کر حوض میں گر پڑا اور پورے اسکرین پر دھواں سا چھا گیا۔ جلیس غصہ سے دانت پیستا ہوا عشرت کے پیچھے دوڑا ''ٹھہر جا! ابھی تجھے مزہ چکھاتا ہوں'' عشرت تیزی سے کچن کی طرف دوڑی اور امی کے پیچھے جا چھپی۔ جلیس بھی دوڑ کر اندر پہنچا تو اس کا سامنا نانا جان سے ہوگیا جو ابھی ابھی دوکان سے گھر لوٹے تھے۔ ''ہائے نانو! کیسے ہیں آپ؟''

''اچھا ہوں......تم کیسے ہو؟'' جلیس اپنی دھن میں نانا جان کی بات کا جواب دئے بغیر عشرت کے پیچھے دوڑا اور اسکی چوٹی پکڑ کر سر پر دو ٹپّو لگا دیے۔ اس سے پہلے کہ دونوں کو الگ کیا جاتا عشرت بھی بھائی کو چمٹی کاٹ چکی تھی اور رونے بھی لگی تھی۔ امی زور سے چیخیں۔ ''جلیس! کم از کم چھٹیوں میں تم دونوں بہن بھائی چین سے رہو اور مجھے بھی رہنے دو، یہاں بھی میرا سکون غارت کرنے پر تلے ہو۔''

''امی! اس نان سینس نے میرا ویڈیو گیم خراب کر دیا۔''

''تو کیا میں نے جان بوجھ کر خراب کیا۔ وہ غلطی سے چھوٹ کر پانی میں جا گرا۔''

''نہیں امی! ہم یہاں آئے تب سے ماموں جان کے بچے اور یہ سب ویڈیو گیم کے پیچھے پڑے ہیں۔ روز چھینا جھپٹی کر رہے تھے۔ میں اتنے دنوں تک بچاتا رہا لیکن آج اس عشّو کی بچی کی وجہ سے یہ اسپائل ہو گیا۔

''یہاں دیہات میں کوئی دلچسپی کا سامان نہیں، بچوں کے لیے یہ بھی نئی چیز ہے بیٹا۔''

''لیکن کسی نئی چیز کو دیکھنے اور کھیلنے کا ڈھنگ سلیقہ تو چاہیے۔ ان میں کوئی مینرس نہیں امی!'' جلیس روہانسا ہو کر بولا۔

''نا بیٹے نا! ایسا نہیں کہتے۔ چھوٹے بچے ہیں، سیکھ لیں گے۔ چلو ہاتھ منہ دھو لو میں ناشتہ لا رہی ہوں۔''

''رہنے دیجیے مجھے بھوک نہیں ہے۔''

اتنی دیر میں ڈاکیہ کی آئی۔ نانا جان ڈاکیہ سے خط لے کر پلٹے تو جلیس نے دیکھا ان کا چہرہ فرطِ مسرت سے کھل اٹھا تھا۔ وہ ویڈیو گیم کو بھول کر نانا جان کے پاس دوڑا چلا آیا۔

''ہائے نانو! لگتا ہے آپ کے نام کا منی آرڈر آ گیا ہے۔''

''ہاں بیٹے! اسے منی آرڈر ہی سمجھو! آج کافی دنوں بعد میرے دوست کا خط آیا ہے۔''

''خط؟''

''ہاں بیٹے! یہ میرے عزیز دوست کا خط ہے۔''

''بتائیے بتائیے ہم نے امی سے سنا ہے پہلے پہل رشتہ دار، دوست احباب ایک دوسرے کو خط لکھا کرتے تھے تو کیا آپ کے یہاں ابھی تک خط آتے ہیں؟ اور آپ بھی دوسروں کو خط لکھتے ہیں؟''

''ہاں بیٹے! یہ دیکھو۔''

''او۔ نو! اِٹ اِز لیٹر۔ نانو اب تو ایس ایم ایس، ٹویٹر، فیس بک اور نیٹ کا زمانہ ہے فیس ٹو فیس بات ہوتی ہے۔ اس طرح لیٹر لکھنے اور اسے ڈاک میں ڈالنے کا ٹائم کس کے پاس ہے نانو؟''

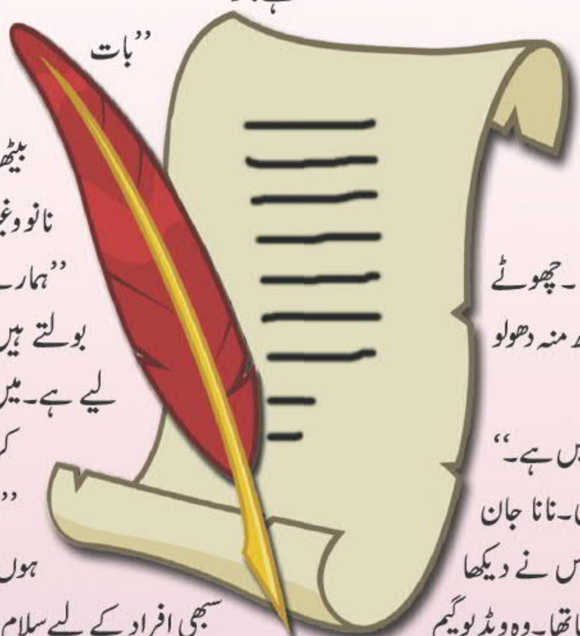

''بات تو تمھاری صحیح ہے بیٹا! لیکن ذرا میرے پاس آ کر بیٹھو اور تم یہ ہائے امی اور ہائے نانو وغیرہ کیا بولتے ہو۔''

''ہمارے یہاں سب ایسے ہی بولتے ہیں۔ نانو یہ لیٹر تو آپ کے لیے ہے۔ میں اسے دیکھ کر اور سن کر کیا کروں گا۔''

''یہی تو میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں کہ ان خطوط میں گھر کے سبھی افراد کے لیے سلام، دعا، موسم کے حالات اور سب کچھ ہوتا ہے۔ اس کے لفظوں سے ہی محبت ٹپکتی ہے۔ کہتے ہیں خط سے آدھی ملاقات ہو جاتی ہے۔ کیا تمھارے ایس ایم ایس سے یہ سب ممکن ہے؟'' جلیس نے حیرت سے نانا جان کو دیکھا اور عشرت کو آواز دی جو ابھی تک امی کے دامن سے لپٹی منہ بسورے کھڑی تھی۔

''چلو عشرت! یہاں آؤ۔ نانا جان کا خط سنتے ہیں۔ میں

تمھیں نہیں ماروں گا۔ آئی پرومس۔'' دونوں بہن بھائی ناناجان کے پاس بیٹھ گئے۔ ناناجان نے چشمہ ٹھیک سے لگایا اور خط پڑھنا شروع کیا۔ ''عزیزِمن !السلام وعلیکم !اللہ کے فضل و کرم سے میں بخیریت ہوں اور امید ہے تم بھی خیریت سے ہوگے۔ خدا کا شکر ہے اب کے فصل اچھی ہوئی ہے۔ ہلکی ہلکی سردی پڑنے لگی اور لحاف اور سویٹر نکل آئے ہیں اب تمھاری کھانسی کا کیا حال ہے؟ اپنی طبیعت کا حال لکھنا۔ دوائی وقت پر لیا کرو کیونکہ اس معاملے میں تم بڑے کاہل ہو۔ خیر بھابھی جان کو سلام بچوں کو پیار اور ڈھیر ساری دعائیں۔ چلتے چلتے ایک شعر سن لو۔......................... تمھارے جواب کا شدت سے انتظار رہے گا۔ تمھارا اپنا۔

جلیس اور عشرت حیران ہوکر ایک دوسرے کا تو کبھی ناناجان کا منہ دیکھ کر مسکرانے لگے۔

''ناناجان! یہ شروع میں کیا لکھا انھوں نے عزیز...من'' عشرت نے پوچھا۔ جلیس مسکرانے لگا۔

''عزیز من نہیں۔ عزیزِمن۔ یعنی میرے پیارے۔''

''بیٹے! خط میں مخاطب کی عمر، رتبے اور ان سے رشتے کی مناسبت سے یہ الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ جیسے اساتذہ، اپنے بڑوں، بزرگوں اور والدین کے لیے قبلہ و کعبہ، محترم المقام۔ دوستوں کے لیے عزیزی، عزیزِمن اور اپنے سے چھوٹوں کے لیے برخوردار، عزیزم، نورچشم وغیرہ وغیرہ انھیں القاب کہتے ہیں۔

''او۔ ریئلی۔ ہاؤ سویٹ''

ناناجان نے حیرت سے کہا ''کیا ریلی؟''

''ریلی نہیں ریئلی۔ یعنی واقعی۔ ناناجان آپ کے دوست نے خط میں کتنی اچھی باتیں لکھی ہیں یہ سننے میں کتنی پیاری لگتی ہیں۔''

''ہاں بیٹے! اپنوں کو خط لکھنے اور اپنوں کے خط پڑھنے کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ ان خطوں میں جو تحریر ہوتی ہے اس کی حلاوت اور مٹھاس کے کیا کہنے اور پھر دھیان رکھو خطوط ہماری تہذیب و روایات کی بقا کا ذریعہ ہے ان سے خط لکھنے والے کا اندازِ تحریر، دلچسپی، خوش خطی نیز اس کی صلاحیتوں کا بھی پتہ چلتا ہے اور خط لکھنے سے یہ سب خوبیاں نکھرتی ہیں ذرا سا وقت نکالنے کی ضرورت ہے۔ اس کا لطف وہی اٹھا سکتے ہیں جو ان سب باتوں کے عادی ہوں۔ ہاں ایک بات اور بتاتا چلوں جس سے تمھیں خطوط کی اہمیت کا اندازہ ہوگا کہ مشہور ادیبوں، شاعروں اور قلم کاروں نے اپنے اساتذہ، دوست و احباب اور شاگردوں کو خطوط لکھے ہیں ان کے نادر و نایاب نسخے تلاش کرکے آج کل نصاب میں شامل کیے جارہے ہیں تاکہ ان کا اسلوب اور طرزِ نگارش پر بات کی جاسکے۔

''واقعی ناناجان! اب تو میرا بھی دل چاہ رہا ہے کہ اپنے پاپا کو آج ہی خط لکھوں۔''

''پاپا نہیں ابو کہو بیٹے! ورنہ خط میں بھی پاپا ہی لکھو گے تو مزہ خراب ہوجائے گا۔''

''جی جی بالکل۔ انشاء اللہ اب ہم بھی اپنے دوستوں کو اور خصوصاً آپ کو ضرور خط لکھا کریں گے۔''

ناناجان نے دونوں کے سروں پر پیار سے ہاتھ رکھا اور اپنے ساتھ ناشتے کی میز پر لے آئے۔

■

Raheem Raza
Raza Manzil, Khirnipura Yawal
Dist. Jalgaon, Maharashtra

دور کے ڈھول سہانے

رابعہ عظیم

آفاق کو بچپن سے ایک ہی دکھ تھا کہ وہ کسی امیر گھرانے میں پیدا نہ ہوکر ایک مڈل کلاس گھرانے میں پیدا ہوا۔ اس کے بھائی بہنوں کو اس قسم کا خیال کبھی نہ ہوا تھا۔ اس لیے اس کے والدین کو دوسرے بچوں کے لیے کسی بھی چیز میں زیادہ فکر نہیں کرنا پڑتی تھی لیکن آفاق کے لیے وہ خاصے پریشان رہتے تھے کیونکہ اس کے لیے اُن کو وہ قیمتی چیزیں مہیا کرنا پڑتی تھیں جو آفاق کو پسند آجائیں۔ ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے ان کو دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ آفاق اپنی پسندیدہ چیزوں کو پا کر خوش ہوتا تھا اس کو ماں باپ کی پریشانیوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس نے اپنے داخلے کے لیے بھی ایسے کالج کی فرمائش کی جو اونچے درجہ کا تھا اور جس کی فیس کافی زیادہ تھی۔ باپ اس کی فرمائش سُن کر چونکے اور کچھ کہنا چاہا تو ماں بیچ میں بول اٹھیں کہ ''ہاں ہاں! کیوں نہیں تمھارا داخلہ اسی کالج میں کرادیں گے۔'' شوہر بیوی کی اس بات پر حیران ہوکر کہنے لگے ''آپ یہ کیا کہہ رہیں؟ آپ کو تو معلوم ہے کہ اس کالج کا خرچ اٹھانے کی میری حیثیت نہیں ہے۔''

''جی ہاں! یہ بات تو درست ہے لیکن میں بھائی جان سے بات کروں گی وہ فیس ادا کردیا کریں گے'' آفاق کی ماں نے کہا۔ بیوی کی یہ بات شوہر کو اچھی نہیں لگی۔ ان کو احساس ہوا کہ ماں بیجا لاڈ پیار کر کے بیٹے کو بگاڑ رہیں۔ انھوں نے آفاق کے سامنے تو کچھ نہ کہا لیکن جب وہ خوش ہوکر وہاں سے چلا گیا تو وہ بیوی کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگے ''اس طرح تمھارا پیار جتانا غلط ہے۔ اس کو بھی احساس ہونا چاہیے کہ ہماری کیا اوقات ہے، بعد میں پچھتانا پڑے گا۔'' وہ کہنے لگیں ''اگر ہم

اس کو منع کر دیتے تو وہ پڑھائی سے دل چرا تا اور امتحان میں اچھے نمبر نہ پانے کے بعد ہمارے اوپر الزام رکھتا۔'' آفاق کے والد کو یہ سُن کر غصّہ آیا۔ کہنے لگے ''ہر مرتبہ تم ایسی ہی کوئی بات کہہ کر اس کی بے جا خواہش کو پورا کراتی ہو۔ اگر ہم اسی طرح اس کی خواہش پوری کرتے رہے تو کسی وقت ہاتھ میں کٹورا لیے پھریں گے۔'' لیکن آفاق کی ماں کا کہنا تھا ''آپ خواہ مخواہ پریشان ہوتے ہیں، بڑا ہونے پر خود سمجھ جائے گا۔'' آفاق کی والدہ نے اس کے ماموں جان سے بات کی جو اپنی چھوٹی بہن کی خواہش کو رد نہ کر سکے اور اس طرح آفاق کا داخلہ اس کے پسندیدہ کالج میں کرا دیا گیا۔ چونکہ وہ ذہین اور محنتی تھا اور ہر کلاس میں اوّل رہا تھا اس لیے اس کے داخلے میں کوئی پریشانی پیش نہ آئی۔

آفاق نئے کالج میں داخلے سے بہت خوش تھا کیونکہ اسے ہمیشہ امیر لڑکوں سے دوستی کی خواہش رہتی تھی اور اس کالج میں امیر لڑکوں کی اکثریت تھی۔ لیکن اس کے ماں باپ ایک نئی مشکل میں مبتلا ہو گئے تھے کیوں کہ پہلے آفاق کو غریب یا متوسط خاندانوں کے طلبا سے واسطہ رہتا تھا لیکن اب نئے کالج میں اُسے نئی نئی اور قیمتی چیزیں نظر آ جاتی تھیں جن کو دیکھ کر وہ والدین سے ان چیزوں کو منگانے کا مطالبہ کرتا تھا۔ اسی دوران اس کی دوستی ایک امیر گھرانے کے لڑکے، کاشف سے ہو گئی۔ کاشف آفاق ہی کی طرح ذہین تھا۔ اس کی یہ خصوصیت تھی کی وہ امیر گھرانے کا ہونے کے باوجود سادگی پسند تھا اور اُسے اپنی امارت کا قطعی گھمنڈ نہ تھا۔ اسی لیے کاشف اپنے کلاس کے تمام ساتھیوں سے یکساں سلوک کرتا تھا۔ وہ ہر ایک سے خنداں پیشانی سے ملتا تھا۔ اس کی خوبیوں نے آفاق کو اس کا گرویدہ بنا دیا۔

وہ انٹرول کے وقت ساتھ ساتھ رہتے، ساتھ لنچ کرتے، دونوں میں خوب باتیں ہوتیں۔ کاشف نے آفاق کے مزاج اور خیالات جان کر اس کو کئی مرتبہ سمجھانے کی کوشش کی لیکن آفاق کے دماغ کا کیڑا دور نہ ہوا۔ رفتہ رفتہ امتحان بھی سر پر آ گیا۔ دونوں دوست تیّاری میں لگ گئے ۔ان دونوں میں اوّل آنے کے لیے مقابلہ بھی تھا۔ کلاس ٹسٹ میں بعض مضامین میں آفاق کے نمبر کاشف سے زیادہ تھے تو بعض میں کاشف کے نمبر زیادہ آئے تھے۔

دونوں نے امتحان کی اچھی تیاری کی تھی۔ چند ہفتوں کے بعد رزلٹ آیا اور اس مرتبہ آفاق نے بازی مار لی تھی۔ کاشف کو آفاق کی کامیابی پر خوشی تھی اُس کو آفاق سے پیچھے رہ جانے کا غم نہ تھا۔ اس لیے کاشف نے فون پر آفاق کو مبارکباد دی اور خوشی منانے کے لیے گھومنے کی تجویز رکھی۔ آفاق راضی ہو گیا اور اپنے والدین سے اجازت بھی لے لی۔

دوسرے دن کاشف اپنی کار لے کر آ گیا۔ کاشف نے

اُسے ایک اچھے رسٹورنٹ میں کھانا کھلایا اور پھر دونوں شہر کے ایک عمدہ پارک میں گھومنے گئے۔ کافی مٹر گشتی کے بعد گھر لوٹنے لگے تو پتہ چلا کہ آفاق کے گھر جانے والے راستے پر کچھ لوگوں نے ہنگامہ کر رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ اُدھر جانے سے کترا رہے تھے۔ کاشف نے بھی ڈرائیور سے کہہ کر کار رکوالی اور اس نے آفاق سے کہا ''ابھی اس راستے پر جانے میں خطرہ ہے لہٰذا تم یہاں کے حالات درست ہونے تک میرے گھر چلو۔'' آفاق راضی ہو گیا کیونکہ وہ خود بھی کاشف کا گھر دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کا گمان تھا کہ کاشف کا گھر بڑا عالیشان ہو گا۔ آفاق کے راضی ہونے پر کاشف نے اس سے کہا کہ گھر والوں کو اطلاع کر دے۔ آفاق نے اس کی بات ٹالنے کی کوشش کی اور کہا واپسی پر بتا دوں گا۔ کاشف اس کے جواب سے مطمئن نہ ہوا اور بولا گھر والے فکر مند ہوں گے دیر بھی خاصی ہوگئی ہے۔ اس کے اصرار کرنے پر آفاق نے گھر فون کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی گھر کے سب افراد فکر مند تھے۔ اس کو کاشف کے گھر جانے کی اجازت بھی مل گئی۔

کچھ ہی دیر بعد دونوں کاشف کے گھر پہنچ گئے۔ کاشف کا گھر بے حد خوبصورت تھا آفاق کے گمان سے بھی اچھا۔ اس میں ایک بڑا خوبصورت لان اور سوئمنگ پول بھی تھا۔ چاروں طرف ایک خوبصورت باغیچہ تھا۔ ایسے دلکش منظر کو دیکھ کر آفاق کہنے لگا ''یار! تم تو خوب مزے میں ہو۔'' اس کی بات سن کر کاشف نے نفی میں سر ہلایا اور بولا ''میرا خیال ہے کہ تم مجھ سے زیادہ مزے میں ہو۔'' یہ جواب سن کر آفاق حیران ہوا کیونکہ اس کو راحت اور آرام کے تمام سامان دکھائی دے رہے تھے۔ اس لیے اس نے کہا ''میں تمہاری بات سمجھ نہ سکا۔'' کاشف مسکرایا اور بولا ''میرے پیارے دوست! میرا نہ تو کوئی بھائی ہے اور نہ ہی بہن۔ والدین بھی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں بس دادا جان ہی میری دیکھ ریکھ کرتے ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے جن کو پوچھتا ہوا وہ آگے چلنے لگا۔ آج آفاق کو شدّت سے یہ احساس ہوا کہ دنیاوی آرام اور آسائش ہی سب کچھ نہیں ہوتے ماں باپ اور بھائی بہن دنیا کے مال و دولت سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔

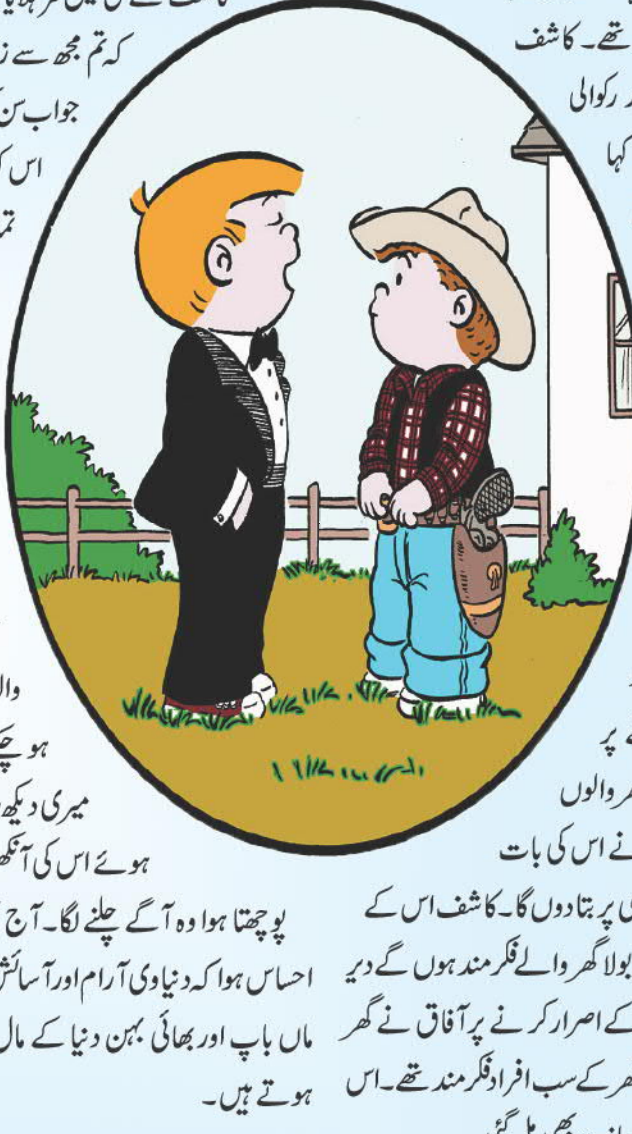

■

Rabia Azeem
Naseem Manzil, Madah Ganj Police Chouki
Seetapur Road, Lucknow - 226020 (UP)

محمد قیوم میو

لگن

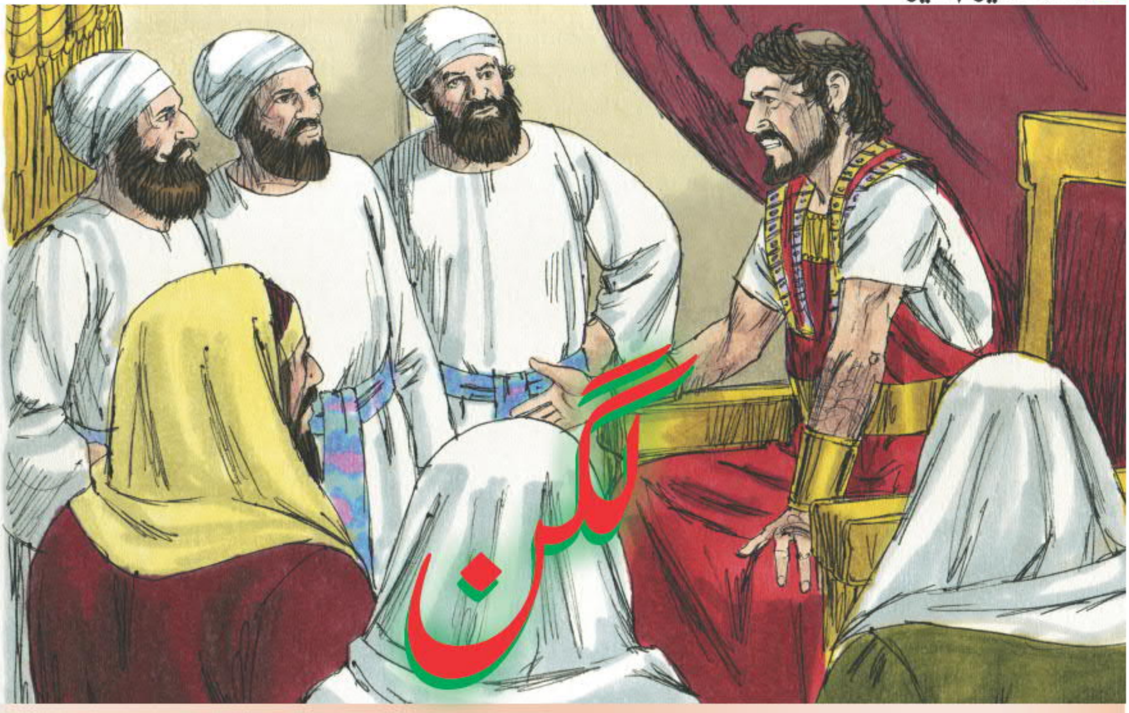

"یہ بہت پرانی کہانی ہے"... ایک بادشاہ کے چار بیٹے تھے۔ جب وہ جوان ہوئے تو بادشاہ نے ان سے کہا "جس لڑکی کو تم پسند کرو گے۔ اسی سے تمھاری شادی بڑی دھوم دھام سے کروا دی جائے گی، لیکن اس کی ایک شرط بھی ہے۔ اس لڑکی کو ایک دن میں سوت کات کر کپڑا بننا اور قمیض تیار کرنی ہوگی۔"

"بولو میری شرط منظور ہے۔"

"تینوں شہزادوں نے ایک آواز میں کہا" ابا جان! یہ کام بہت مشکل ہے۔ دنیا میں کوئی لڑکی ایسی نہیں جو ایک دن میں کپڑا بن کر قمیض تیار کر سکے۔

چھوٹا شہزادہ بولا "ابا جان آپ اجازت دیں تو میں یہ کوشش کر سکتا ہوں؟ تلاش کرنے پر کوئی ایسی لڑکی مل جائے جو آپ کی شرائط پر پوری اتر سکے۔" بادشاہ چھوٹے شہزادہ کی باتوں سے بے حد متاثر ہوا۔

اور اس نے چھوٹے شہزادہ کو ایک خوب صورت گھوڑا اور بہت سی اشرفیوں کی ایک تھیلی دے کر ڈھیروں دعائیں دے کر سفر پر روانہ کیا۔

شہزادہ گاؤں گاؤں شہر شہر پھرا لیکن کوئی لڑکی ایسی نہیں ملی جو ایک دن میں کپڑا بن کر قمیض سی سکتی ہو۔

وہ حیران و پریشان ایک گھنے جنگل سے گزر رہا تھا، تبھی اسے انتہائی حسین و جمیل ننھی سی پری ملی۔ اس نے پوچھا۔

"شہزادے تم کہاں جا رہے ہو—؟ اور کچھ پریشان سے بھی دکھائی دے رہے ہو؟"

تب شہزادے نے اسے پوری بات بتائی— پری نے مسکرا کر شہزادہ سے کہا:

"شہزادے میرے پاس ایک گڑیا ہے، بہت سگھڑ اور گن والی۔ مجھے یقین ہے وہ تمھاری شرائط ضرور پوری کرے گی اور

ایک دن میں کپڑا بن کر قمیض تیار کرسکتی ہے۔

شہزادہ پری کی باتوں سے بے حد خوش ہوا اور پری کے ہمراہ اس کے گھر گیا۔ وہاں ایک چھوٹی سی کرسی پر ایک ننھی منی گڑیا بیٹھی تھی۔ شہزادہ نے اس سے کہا۔

''ننھی گڑیا! اگر تم ایک دن میں کپڑا بن کر قمیض سی دو تو میں تم سے شادی کرلوں گا— یہ بادشاہ سلامت کا حکم ہے۔''

گڑیا نے خوش ہو کر اسی وقت سوت کاتا، دھاگہ بنا اور ایک دن میں قمیض تیار کردی۔ لیکن یہ قمیض اتنی چھوٹی تھی کہ بس اسے گڑیا ہی پہن سکتی تھی—

شہزادہ قمیض دیکھ کر بہت خوش ہوا— اور چہک کر مزید بولا: ''تم گڑیا بی یہیں ٹھہرو۔ میں قمیض بادشاہ سلامت کو دکھا کر ابھی آتا ہوں'' اور اپنا گھوڑا لے کر دوڑ پڑا— شہزادہ قمیض لے کر محل میں گیا اور بادشاہ سلامت سے باادب عرض کیا۔

''میں نے اپنی دلہن ڈھونڈھ لی ہے۔''

بادشاہ نے فوراً حکم دیا:

''اسے فوراً محل میں حاضر کرو—''

شہزادہ واپس گڑیا لینے گیا— گڑیا چاندی کی گاڑی میں بیٹھی تھی۔ گاڑی میں دو سفید چوہے جتے ہوئے تھے۔ شہزادہ خوش ہو کر گڑیا کو لے کر محل کی طرف روانہ ہوا۔

جب وہ دریا کے پاس آئے۔ تب شہزادہ کے گھوڑے کا کھر گڑیا کی گاڑی پر اچانک پڑا— اور پھر گڑیا اچھل کر دریا میں جا گری— وہ چلایا۔

''میری گڑیا کو بچاؤ— میری گڑیا کو بچاؤ—''

اچانک دریا سے ایک جن نمودار ہوا اور اس نے گڑیا کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا— لیکن اب وہ گڑیا نہیں تھی— بلکہ بہت بڑی اور جوان ہوگئی تھی— شہزادہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے اسے اپنے گھوڑے پر بٹھایا— اور محل کی طرف چل پڑا— بادشاہ چھوٹے شہزادہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا— اور بادشاہ نے اپنے وعدے کے مطابق اس کی شادی بہت دھوم دھام سے کروادی۔

■

Mohd Qayyum Meo
A/4, Ayyub Manzil, Karim Nagar
Taj Ganj, Distt. Agra - 282001 (UP)

جواب: 1 رابرٹ بوئل
2: بمبئی یونیورسٹی، کلکتہ یونیورسٹی، مدراس یونیورسٹی
3: مشرق کی جانب
4: 8 منٹ 20 سیکنڈ
5: 25 سال
6: واسکوڈی گاما۔
7: ٹیپو سلطان
8: دی بنگال گزٹ
9: سی وی رمن
10: ولیم روتجن
11: مادام میری کیوری
12: لوئی پاسچر
13: چارلس بیبیج
14: شیر
15: ہیروڈوٹس
16: جیفری چاؤسر
17: رابرٹ کاک
18: کالی مٹّی
19: بحرالکاہل
20: kMn04
21: کوئلہ
22: میک موہن لائن
23: نیل آرم اسٹرونگ
24: 24 اکتوبر کو۔
25: گلبدن بیگم
26: 1440 منٹ۔
27: دریائے جمنا۔
28: لونار جھیل۔
29: علامہ اقبالؒ۔
30: امیر خسرو۔
31: جوڈو۔

ج	ت	چ	پ	ظ	ر	ے	ظ	ن	ا
و	ا	ی	ف	ے	ک	ٹ	ے	ق	ن
ش	ج	ز	ص	ا	ن	ر	ب	ا	ش
ث	ل	م	س	ب	ل	ا	غ	ر	ا
ر	ت	خ	ا	ی	ل	ا	ح	ف	ڈ
ت	ر	س	ح	ظ	ڑ	د	ا	ز	آ
ژ	ہ	ر	ر	ے	ی	ہ	ج	و	م
ق	م	و	ع	ف	د	گ	ط	و	ف
ک	و	ن	س	ح	ر	ے	م	ل	ے
ژ	م	ذ	غ	ا	د	ن	ہ	ی	ض

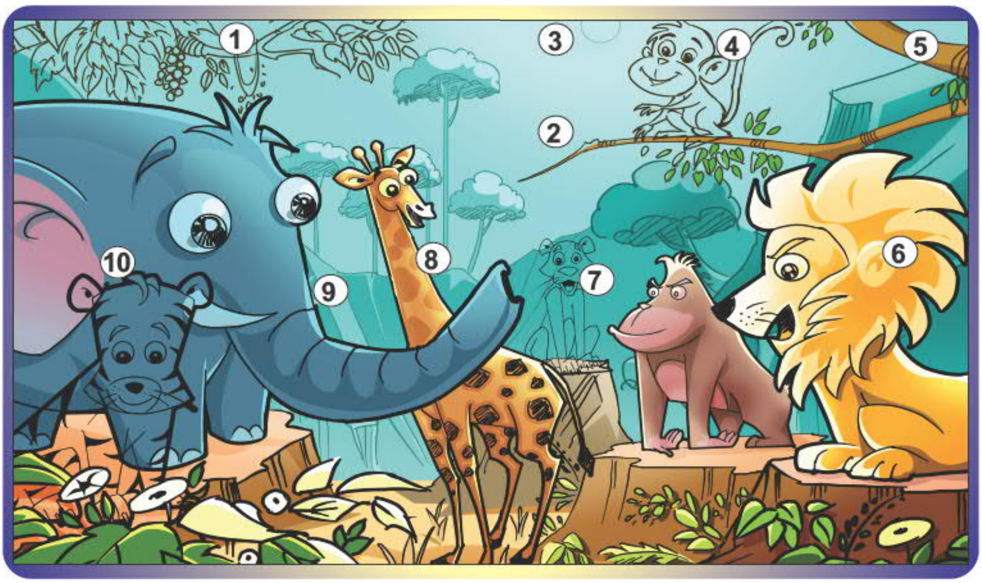

محمد وکیل

آم

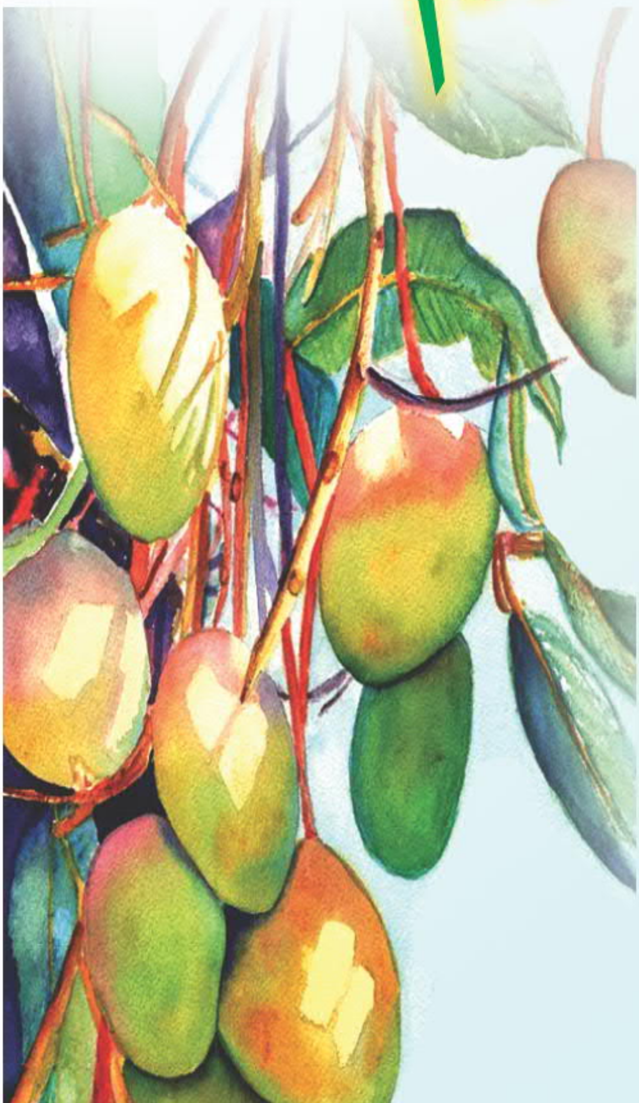

پھلوں کا یہ راجہ، بہت عام ہے جی
پھلوں میں بھی نام اس کا بس آم ہے جی
نبیلہ نے بولا اے مفضال بھائی
ملے گا ضرور آم گرمی جو آئی
پھلوں کے مہینے میں گرمی کی چھٹّی
پھلوں سے بھریں گے یہ ہم اپنی مُٹھی
پھلوں سے بھریں گے فریج اپنی ہم اب
ترا شکر اے رب دیے تو نے پھل سب
پھلوں کا جو ماں نے سلاد اب بنایا
جو دیکھا تو منہ میں ہی پانی بھر آیا
دو مانگیں گے دو ہم چرائیں گے مل کر
رکھیں گے خموشی سے لب اپنے سل کر
نہیں آم گن کر ، کئی چاہیے بس
کئی آم کھاکر نکالیں گے پھر رس
کہا محتشم نے مجھے رس بھی دینا
کہیں سن نہ ماں کو خبر ان کی لینا
ہوئی دوپہر ماں کو نیند آگئی پھر
نبیلہ کئی آم خود کھا گئی پھر
پیا جوس دونوں نے پھر آم کا بھی
کہ بیشک ہے پھل یہ بڑے کام کا بھی

Md. Wakeel (Ahmed Wakeel Aleemi)
B.L No.4, Holding No.5, Kankinara
North 24 Parganas - 743126 (West Bengal)

چمن چمن کے پھول

صحبت صالح:

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی
خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
(اقبال)

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں
آدمی آدمی بناتے ہیں
(نظیر اکبرآبادی)

نہ کتابوں سے، نہ کالج سے، نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
(اکبرالٰہ آبادی)

یہ مثل سچ ہے کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے
آدمی کیا در و دیوار بدل جاتے ہیں
(نامعلوم)

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا
(حکیم اختر)

محنت، ہمت، جدوجہد

کارِ دنیا ہووے یا ہو کارِ دیں، محنت ہے شرط
اُن سے کیا ہوگا کہ جو عیش وطرب میں پڑ گئے
(ظفر)

خلوصِ دل سے محنت کر خود اپنے ہی بھروسے جی
خدا کو یاد رکھ منزل بھی تیرے پاس آئے گی
(اشوک)

دریا کی زندگی پر صدقے ہزار جانیں
مجھ کو نہیں گوارہ ساحل کی موت مرنا
(نامعلوم)

بھروسہ ناخداؤں کا مری کشتی کو لے ڈوبا
اگر طوفاں سے لڑجاتے تو بیڑا پار ہوجاتا
(اشوک)

ساحل کے سکوں سے کسے انکار ہے لیکن
طوفاں سے لڑنے میں مزا اور ہی کچھ ہے
(نامعلوم)

ہر کام میں درکار ہے محنت و مشقت
چھو لینا آسماں کو آساں نہیں ہوتا
(مجروح افتخار)

■

ماخذ: لفظ لفظ خوشبو، **مرتب**: فیض احمد فیاض، سری نگر

انصاری مسکان تنظیم عبدالحکیم انصاری

معلومات کی کسوٹی

سوال 1: جدید علم کیمیا کا بانی کسے کہا جاتا ہے؟

س2: بھارت کی سب سے پرانی یونیورسٹیاں کون سی ہیں؟

س3: گوداوری ندی کس سمت بہتی ہے؟

س4: سورج کی روشنی زمین پر آنے میں کتنا وقت لگتا ہے؟

س5: وزیراعظم بننے کے لیے کم از کم کتنی عمر ہونا چاہیے؟

س6: بھارت آنے کے لیے سمندری راستہ کس نے ڈھونڈ نکالا؟

س7: میسور کا شیر کسے کہا جاتا ہے؟

س8: بھارت کا سب سے پہلا اخبار کون سا ہے؟

س9: سائنس دن کس کی یاد میں منایا جاتا ہے؟

س10: ایکسرے کا موجد کون ہے؟

س11: دو مرتبہ نوبل پرائز حاصل کرنے والی خاتون کون سی تھی؟

س12: کتے کے کاٹنے کا علاج دریافت کرنے والے شخص کا نام کیا تھا؟

س13: کمپیوٹر کا موجد کون ہے؟

س14: ملک کے قومی نشان میں کس کی تصویر ہے؟

س15: بابائے تاریخ کسے کہا جاتا ہے؟

س16: انگریزی شاعری کا باوا آدم کسے کہتے ہیں؟

س17: ٹی بی کے جراثیم کا پتہ کس نے لگایا؟

س18: کپاس کی پیداوار کے لیے کس قسم کی مٹی بہتر ہوتی ہے؟

س19: دنیا کا سب سے بڑا سمندر کون سا ہے؟

س20: پوٹاشیم پرمیگنیٹ کا کیمیائی نام بتایئے:

س21: ہندوستان میں معدنیات کا سب سے بڑا ذخیرہ کس چیز کا ہے؟

س22: ہندوستان اور چین کے درمیان کون سی باؤنڈری لائن ہے؟

س23: چاند پر قدم رکھنے والے پہلے انسان کا نام بتایئے؟

س24: ہر سال 'یوم اقوام متحدہ' کب منایا جاتا ہے؟

س25: 'ہمایوں نامہ' کس نے لکھی تھی؟

س26: 24 گھنٹے میں کتنے منٹ ہوتے ہیں؟

س27: آگرہ کس دریا کے کنارے آباد ہے؟

س28: ریاست مہاراشٹر میں کھارے پانی کی جھیل کون سی ہے؟

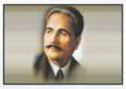

س29: شاعر مشرق کس شخصیت کو کہا جاتا ہے؟

س30: اردو کے پہلے شاعر کا نام بتایئے؟

س31: جاپان کا قومی کھیل کون سا ہے؟

Ansari Muskan Tanzeem Abdul Hakeem Ansari
Class 10th, Pathri Parbhani, Maharashtra

ستار فیضی

ادبی مشغلہ

اردو شعرا کے تیس تخلص تلاش کرو

ج	ت	چ	پ	ظ	ر	ے	ظ	ن	ا
و	ا	ی	ف	ے	ک	ٹ	ے	ق	ن
ش	ج	ز	ص	ا	ن	ر	ب	ا	ش
ث	ل	م	س	ب	ل	ا	غ	ر	ا
ر	ت	خ	ا	ی	ل	ا	ح	ف	ڈ
ت	ر	س	ح	ظ	ڑ	د	ا	ز	آ
ژ	ہ	ر	ر	ے	ی	ہ	ج	و	م
ق	م	و	ع	ف	د	گ	ط	و	ف
ک	و	ن	س	ح	ر	ے	م	ل	ے
ژ	م	ذ	غ	ا	د	ن	ہ	ی	ض

جوابات اِسی شمارے میں تلاش کریں

(1) خسرو (2) میر (3) مومن (4) اقبال (5) میرحسن (6) ظفر (7) حالی
(8) انشا (9) داغ (10) ولی (11) وجہی (12) حسرت (13) درد (14) ذوق
(15) فراق (16) نظیر (17) آزاد (18) جوش (19) جگر (20) سراج (21) ساحر
(22) کیفی (23) فیض (24) حفیظ (25) بسمل (26) ناصر (27) نیّر (28) مہر
(29) اختر (30) غالب

■

Sattar Faizi
5/205-1, Fort Street, Kadapa - 516001 (Andhra Pradesh)

سہیل احمد انصاری

پیسا کا جھکا مینار

پیسا کا جھکا مینار اٹلی کے پیسا نامی ریاست میں واقع ہے۔اس مینار کا وزن تقریباً ڈیڑھ لاکھ ٹن اور اونچائی 185 فٹ ہے۔آٹھ منزلہ ٹاور آف پیسا میں کل تین سو سیڑھیاں ہیں۔اس کی تعمیر قریبی چرچ کے گھنٹہ گھر کے حیثیت سے شروع کی گئی تھی۔ 1274 میں جب اس کی تیسری منزل مکمل ہوئی تو یہ جنوبی سمت جھکنے لگا جس کی وجہ سے اس کی تعمیر روک دی گئی۔ پھر اس کا جھکنا بند ہوگیا۔تو اس پر اور منزلیں تعمیر کی گئیں۔ مینار کے جھکنے کا سبب اس کے بنیاد میں ریتیلی زمین ہے۔ پیسا کے مینار کو یورپ کا 'تاج محل' کہتے ہیں کیونکہ یہ مینار سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے۔ کچھ سال قبل لندن کے پروفیسر 'برلینڈ' نے اس مینار کو نئی زندگی دی۔ انھوں نے مینار کو جھکنے سے روکنے کے لیے مینار کے ایک حصے میں 990 ٹن سیسہ بھر دیا۔ یہ مینار 17 فٹ ایک طرف جھکا ہوا ہے۔ آج بھی کئی سیاح اسے دیکھنے کے لیے پیسا میں آتے ہیں۔

■

Sohail Ahmad Ansari
Bara Mominpura, Balapur
Distt.: Akola, Maharashtra

سرفراز خان

اچھی باتیں

- دولت عینک خرید سکتی ہے مگر 'نظر' نہیں
- دولت لذیذ ترین غذا خرید کر دے سکتی ہے مگر 'بھوک' نہیں
- دولت کتابیں میسر کر سکتی ہیں مگر 'علم' نہیں
- دولت جمع کرنے والا ہمیشہ دل کے چین سے دور رہے گا
- دولت دنیا بھر کا عیش دے سکتی ہے مگر 'تندرستی' نہیں
- دولت مسجد و مینار بنا سکتی ہے مگر 'ایمان' نہیں
- دولت نرم گرم بستر دے سکتی ہے مگر 'نیند' نہیں
- دولت عزت دے سکتی ہے مگر 'سچی خوشی' نہیں

■

Sarfaraz Khan
Distt.: Akola - 444102 (Maharashtra)

قلم کاروں سے گذارش

- 'بچوں کی دنیا' کے لیے کہانیاں، نظمیں اور مضامین لکھتے وقت 5 سے 15 سال تک کے بچوں کی ذہنی اور لسانی سطح اور ان کے نازک اور معصوم احساسات کو ذہن میں ضرور رکھیں۔
- گنجلک اور مرکب جملوں کے بجائے عام فہم اور سیدھے سادے جملوں کے ذریعے اپنی بات سمجھانے کی کوشش کریں اور جہاں تک ہو سکے مشکل الفاظ اور اضافتوں سے گریز کریں۔
- ننھے فنکار، کہکشاں، فیس بک وغیرہ کالموں کے لیے کچھ بھیجتے وقت یہ دھیان رکھیں کہ کاغذ فل اسکیپ A4 سائز ہی استعمال ہو اور کاغذ کے ایک طرف ہی لکھیں۔
- اپنی نگارشات کمپوز کر کے ای میل سے بھیجیں تو بہتر ہوگا۔ بصورت دیگر صاف اور خوش خط لکھ کر بھیجیں۔ لکھنے کے لیے A-4 سائز کا ہی کاغذ استعمال کریں۔
- اپنی تخلیقات کے ساتھ اپنا پورا نام، موبائل نمبر، مکمل پتہ پن کوڈ کے ساتھ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں صاف صاف لکھیں۔
- ادارے کو بھیجی گئی نگارشات کی نقل اپنے پاس ضرور رکھیں۔
- 'بچوں کی دنیا' میں صرف غیر مطبوعہ تخلیقات شائع کی جاتی ہیں اس لیے غیر مطبوعہ ہونے کا تصدیق نامہ ضرور بھیجیں۔ (ادارہ)

تخلیقات اس پتے پر بھیجیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا'

F-C 33/9، جسولہ انسٹی ٹیوشنل ایریا، نئی دہلی 25

FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi - 110025

ای میل: bachonkiduniya@ncpul.in

آپ کا دماغ کتنا تیز ہے؟

دوستو! یہ دونوں تصویریں دیکھنے میں تو ایک جیسی لگتی ہیں لیکن تصویروں کی نقل بنانے والے سے ایک دو نہیں بلکہ دس غلطیاں ہوگئی ہیں۔ کیا آپ ان غلطیوں کو تلاش کر سکتے ہیں؟ 10 منٹ میں اگر آپ نے تمام غلطیاں تلاش کر لیں تو سمجھیے کہ واقعی آپ کا دماغ بہت تیز ہے۔

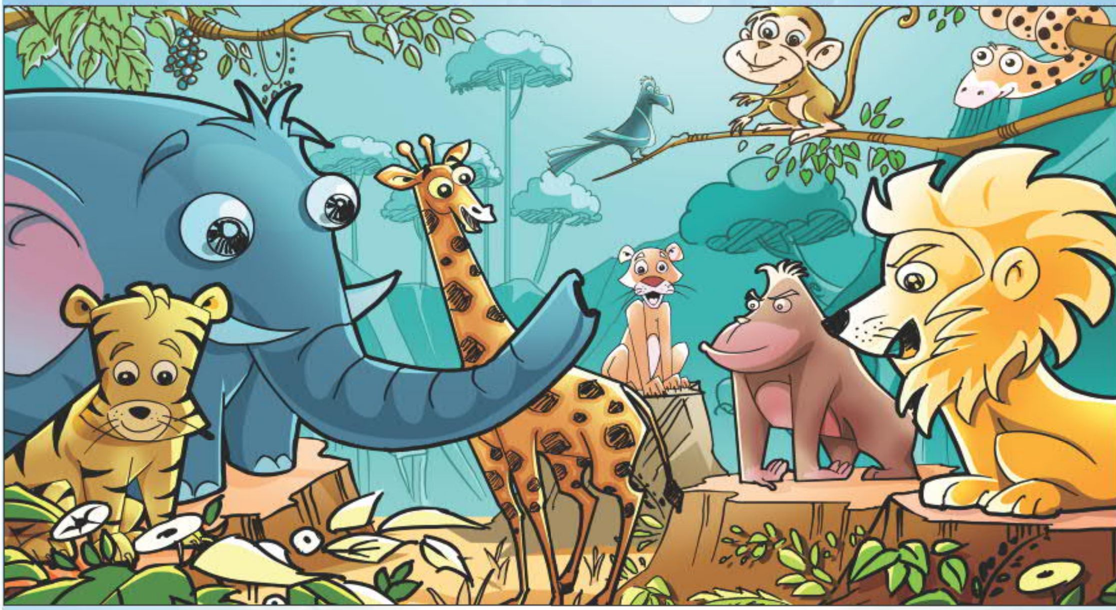

جوابات اسی شمارے میں تلاش کریں۔

حیدر آباد کے کچھ مشہور اور اہم سیاحتی مقامات

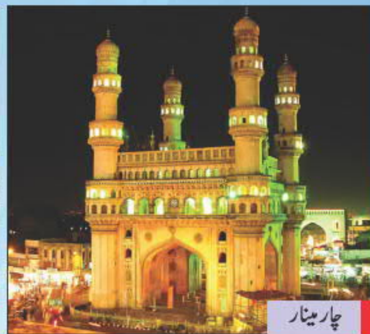
چار مینار

قطب شاہی مقبرہ

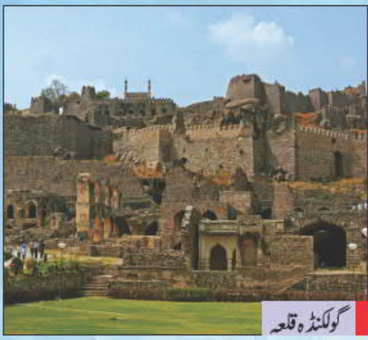
گولکنڈہ قلعہ

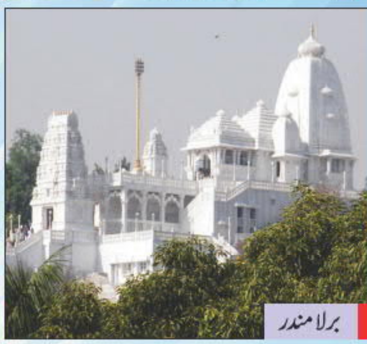
برلا مندر

لمبنی پارک

حسین ساگر

مکہ مسجد

این ٹی آر گارڈن

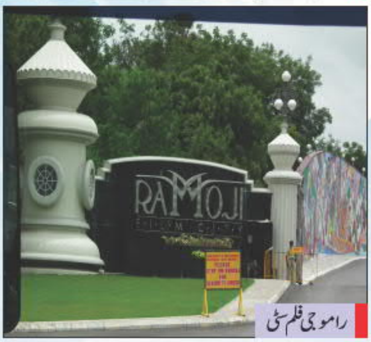

راموجی فلم سٹی

سالار جنگ میوزیم

اسنو ورلڈ

نہرو زولوجیکل پارک

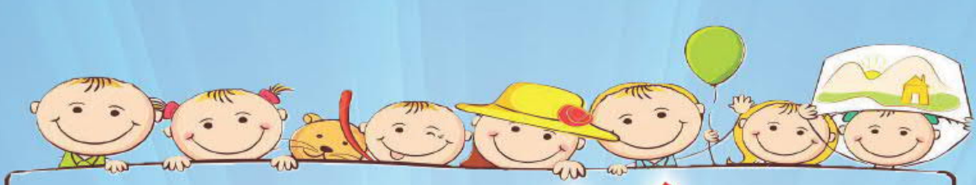

ہنسی کے غبارے

ایک ماہر نفسیات کے پاس ایک خاتون اپنے بچے کو لے کر آئی اور بچے کے بارے میں کہا کہ ادھر کچھ دنوں سے میرا بچہ لال پنسل سے کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا ہے۔ آپ معلوم کریں کہ بچے کے ذہن میں کیا ہے اور یہ لال پنسل سے ہی کیوں دیواروں پر لکھتا ہے؟ ماہر نفسیات نے بچے کا معائنہ کیا اور اس سے سوالات کرنے شروع کیے۔ بیٹا تم ہر جگہ صرف لال پنسل سے ہی کیوں لکھتے ہو؟

بچے نے جواب دیا: دوسرے رنگوں کی پنسلیں ختم ہو چکی ہیں اور امی نئی پنسل لا کر نہیں دیتیں۔

ایک بچے نے اپنے برطانوی باپ سے کہا: ڈیڈی جنگ کیسے شروع ہوتی ہے؟

باپ نے سوچتے ہوئے جواب دیا: ''بس یوں سمجھ لو کہ اگر فرانس نے برطانیہ پر حملہ کر دیا تو جنگ شروع ہو جائے گی۔ یہ سنتے ہی بچے کی فرانسیسی ماں نے احتجاج کیا۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ فرانس برطانیہ پر پہلے حملہ کرے۔ میں تو صرف مثال دے رہا تھا۔ باپ نے کہا تم ہمیشہ غلط مثالیں دیتے ہو اور میرے بیٹے کے ذہن میں غلط باتیں بٹھاتے ہو۔ ماں نے جواب دیا: میں نے ایسا تو کبھی نہیں کیا۔ تم ایسا کرتی رہتی ہو اور اگر تم درمیان میں نہ ہو تو بچے کی تربیت بہت اچھی ہو۔ یہ سب سن کر بچہ چلایا۔ بس بس اب مجھے پتہ چل گیا کہ جنگ کیسے شروع ہوتی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سر سید احمد خان ٹرین میں سفر کر رہے تھے کہ ان کے ڈبے میں ایک انگریز آ کر بیٹھ گیا۔ سر سید کو ناگوار گزرا، لیکن خاموش رہے۔ کچھ دیر بعد انھیں بھوک محسوس ہوئی تو انھوں نے اپنا ناشتہ دان کھول کر رکھا اور ہاتھ دھونے کے لیے غسل خانے میں چلے گئے۔ واپس آ کر دیکھا تو ناشتہ غائب پایا۔

دراصل انگریز نے ان کی غیر حاضری میں ناشتہ دان چلتی گاڑی سے باہر پھینک دیا تھا۔ سر سید کو غصہ تو بہت آیا، لیکن وہ چپ رہے۔

کچھ دیر بعد انگریز اپنی سیٹ سے اٹھ کر واش روم گیا اور اپنا ہیٹ سیٹ پر چھوڑ گیا۔ سر سید فوراً اٹھے اور ہیٹ کو چلتی ٹرین سے باہر پھینک دیا۔

انگریز نے واپس آ کر ہیٹ اپنی جگہ پر نہ پایا تو پوچھا:

ویل جنٹل مین ادھر ہمارا ہیٹ تھا کدھر گیا؟

سر سید نے فوراً کہا: ہمارا ناشتہ دان لانے گیا ہے۔

■ رابعہ جان

چالاک لومڑی

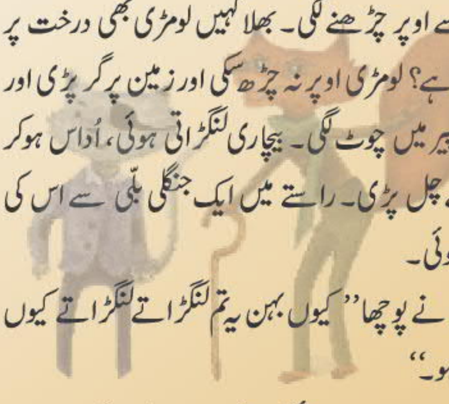

ایک دن لومڑی کی نظر کیلوں کے درخت پر پڑی۔ درخت پر پیلے پیلے کیلے لٹک رہے تھے۔ پھر کیا تھا منہ میں پانی بھر آیا۔ جھٹ سے اوپر چڑھنے لگی۔ بھلا کہیں لومڑی بھی درخت پر چڑھ سکتی ہے؟ لومڑی اوپر نہ چڑھ سکی اور زمین پر گر پڑی اور اس کے پیر میں چوٹ لگی۔ بیچاری لنگڑاتی ہوئی، اُداس ہوکر وہاں سے چل پڑی۔ راستے میں ایک جنگلی بلّی سے اس کی ملاقات ہوئی۔

بلّی نے پوچھا ''کیوں بہن یہ تم لنگڑاتے لنگڑاتے کیوں چل رہی ہو۔''

لومڑی نے بات بنائی کہ ''کیا بتاؤں بہن ایک چوہے نے کاٹ کھایا۔''

بلی بولی ''اوہو مجھے بتاؤ وہ چوہا کہاں ہے، میں اُسے ابھی اپنا کھانا بناؤں گی۔''

لومڑی نے بڑی چالاکی سے کہا ''وہ اُس پیڑ پر چھپ گیا ہے۔

بلّی بولی ''میں ابھی اُسے تلاش کرتی ہوں'' بلی بھاگ کر درخت پر چڑھ گئی اور چوہے کی تلاش میں کیلوں کی پھنّی کو ہلانے لگی۔ تب کچھ پکے کیلے نیچے گر پڑے۔ لومڑی ان کیلوں کو مزے سے کھاتے ہوئے بولی ''بہن خدا کرے کہ تم جلدی سے چوہے کو ڈھونڈ نکالو۔'' اس طرح لومڑی نے چالاکی سے ناممکن کو بھی ممکن بنا دیا۔

■

Rabia Jan
Govt. Girls High School La Gandarbal
Jammu & Kashmir - 191131

■ کریم النساء جعفری (رخشندہ سرفراز)

گردشِ زندگی

زندگی گردش بھی ہے، طوفان بھی ہے، ہلچل بھی ہے زندگی
زندگی سزا بھی ہے، قید بھی ہے، طلاطم بھی ہے زندگی
زندگی پیاس بھی ہے، درد بھی ہے، اور زخم وناسور بھی ہے زندگی
کہی اَن کہی، کچھ سلجھی کچھ الجھی پہیلی بھی ہے زندگی
کہوں کیا، کیا نہ کہوں کیا کیا ہے یہ زندگی
کبھی نسیم ونکہت تو کبھی نرگس ونیلوفر وشائستہ بھی ہے زندگی

زندگی اُس پرندے کا نام ہے جو آزادی سے اڑان بھرتا ہے جبکہ اس کو لے کر ہم انسان یہ مانتے ہیں کہ ہم نے اس کو قید کر رکھا ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ زندگی وہ پنجرہ ہے جس میں ہم خود ہی قید ہیں۔ زندگی کسی کو اپنی مرضی سے جکڑ لیتی ہے اور کسی کو آزاد بھی کر دیتی ہے۔ ضروری نہیں کہ زندگی ہمیں صرف خوشیاں ہی دے اور ایسا بھی نہیں کہ زندگی ہمیشہ دُکھ، درد، غم اور تکلیف ہی دیتی ہے۔ کوئی اس کو پا کر بہت خوش اور مست رہتا ہے اور کوئی ہر صورت اس کو خود سے دور کرنا چاہتا ہے۔ بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو سچ میں زندہ ہیں۔ پر کیا ہر کوئی زندگی چاہتا ہے۔ شاید نہیں اور شاید ہاں بھی۔ خیر جو بھی ہو ہمارے لیے تو زندگی صرف ایک وعدہ، ایک فرض، کسی کا قرض اور اپنے لیے بوجھ کے علاوہ کچھ نہیں ہے زندگی۔

نہ جانے کیوں پھر بھی لوگ اس بے دل بے مروت زندگی سے اتنی محبت کرتے ہیں۔ جان کر بھی کہ یہ تو بے وفا ہے۔ کبھی اپنی نہیں ہوسکتی اور اپنی بے وفائی کا الزام بھی خود پر نہیں لیتی ہے۔

■

Karimun Nisa Jafri (Rakhshanda Sarfaraz)
Vijaywada, Andhra Pradesh

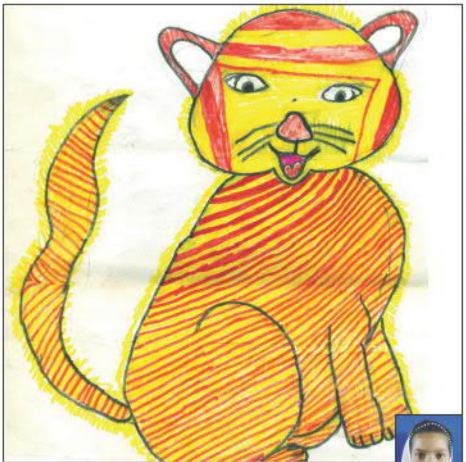

عائشہ فاطمہ حفاظت اللہ خان، درجہ ششم، ضلع پریشد اردو مڈل اسکول پھڑوٹ

مریم جاوید، درجہ سوم۔سی، ہمدرد پبلک اسکول، نئی دہلی

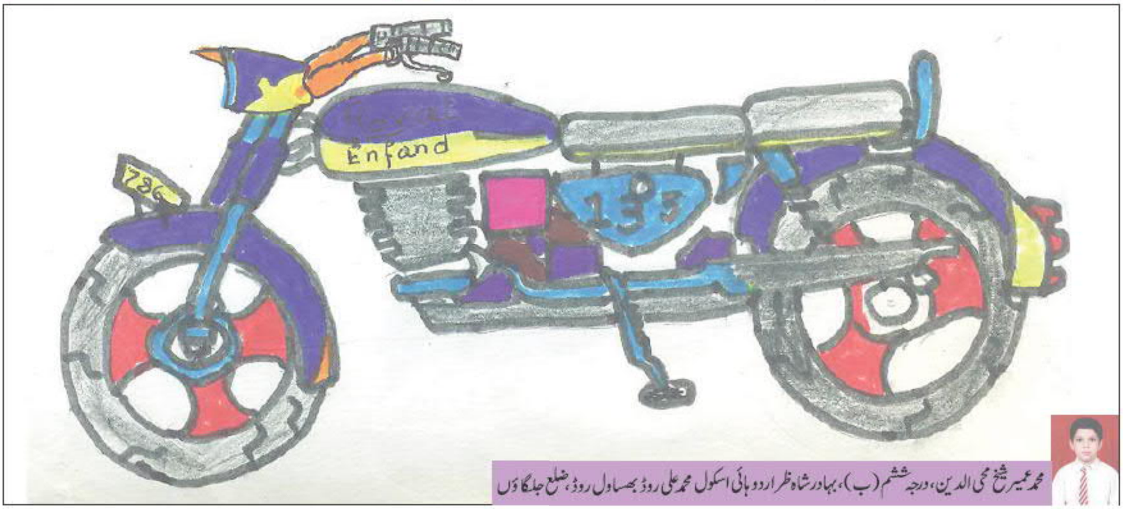

محمد عمیر شیخ محی الدین، درجہ ششم (ب)، بہادر شاہ ظفر اردو ہائی اسکول محمد علی روڈ بھساول روڈ، ضلع جلگاؤں

ریحان خان رئیس خان، درجہ سوم، ہڈکو کالونی، اے ٹی ایف ہائی اسکول، مالیگاؤں، ضلع ناسک

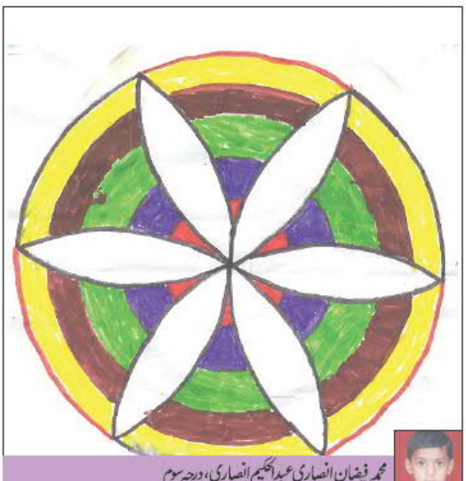

محمد فیضان انصاری عبدالحکیم انصاری، درجہ سوم
بی بی فاطمہ اردو پرائمری اسکول، پاتھری پربھنی، مہاراشٹر

مجاہد خان رئیس خان، جماعت چہارم، ہڈکو کالونی اے ٹی ایف ہائی اسکول، مالیگاؤں، ضلع ناسک

صائمہ صدف عبدالرحیم، درجہ پنجم، مالیگاؤں ہائی اسکول، مالیگاؤں (ناسک) مہاراشٹر

الفیہ قادر کھاٹک، جماعت چہارم، ضلع پریشد اردو گرلس اسکول نمبر 1 بھڑگاؤں، ضلع جلگاؤں

ثمینہ صدیقی، درجہ نہم، شاہ پور بگھونی، سمستی پور

نرگس شیخ مبین، عمادالعلوم، ہائی اسکول، پارلی 5، ضلع بیڈ

اردو فیس بک Facebook

میں سیمون دانیہ عمر آٹھ سال درجہ سوم میں پڑھتی ہوں۔ میری زوبیہ اپّی اپنے اسکول سے 'بچوں کی دنیا' ہر مہینے خرید کر لاتی ہیں اور ہم دونوں ہر مہینے اس خوب صورت رسالے کو پڑھتے ہیں۔ مجھے 'دنیا ایک عجائب خانہ' بہت پسند ہے۔ اسے بند کیوں کر دیا؟ دوبارہ شروع کرنے کی گزارش ہے۔ آپ کے اس رسالے سے اردو زبان کو مزید فروغ حاصل ہوگا۔ میں نے بھی اس رسالے کو پڑھ پڑھ کر اردو سیکھی ہے۔ مجھے پینٹنگ کا بہت شوق ہے۔ اس لیے بچوں کی دنیا میں اپنی بنائی ہوئی پینٹنگ دیکھنا چاہتی ہوں۔

سیمون دانیہ، جماعت سوم، ضلع پریشد اردو مڈل اسکول، آکولہ، مہاراشٹر

میں درجہ آٹھ میں پڑھتی ہوں۔ مجھے 'بچوں کی دنیا' بہت پسند ہے۔ اس میں کہانیاں، مضامین، لطیفے، نظمیں بہت اچھے لگتے ہیں۔ مجھے اردو زبان سے بہت لگاؤ ہے۔ 'بچوں کی دنیا' کا ہر ماہ میں بے صبری سے انتظار کرتی ہوں۔

رانی بی افضل لوہار، ضلع پریشد اردو اسکول، سبھاش نگر، واگھاڑی

میرا نام یسریٰ ایمن ہے۔ میں فرسٹ اسٹینڈ میں ہوں۔ 'بچوں کی دنیا' میں نے اپنی آنٹی کے گھر دیکھا۔ آنٹی 'بچوں کی دنیا' کی خریدار ہیں۔ انھوں نے میگزین دی۔ میں الٹ کر دیکھنے لگی۔ بس تب سے میں بچوں کی دنیا کی قاری بن گئی ہوں۔ اب تو مجھے اردو پڑھنا بھی آگئی ہے۔

یسریٰ ایمن، اسبا انگلش اسکول، ضلع اکولہ، مہاراشٹر

میرا نام آسماں ہے۔ میں ساتویں جماعت میں پڑھتی ہوں۔ مجھے اردو سے بہت لگاؤ ہے اور 'بچوں کی دنیا' بہت پسند ہے۔ یہ میگزین ہمارے اسکول میں ہر مہینے آتی ہے اور ہمیں اِس کا بے صبری سے انتظار رہتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ 'بچوں کی دنیا' کے خوب صورت صفحات پہ میرا اور میرے اسکول کا نام آئے۔

آسماں اختر کھاٹک، درجہ ہفتم، ضلع پریشد اردو اسکول سبھاش نگر، تعلقہ، شیر پور

انکل جی آداب! میرا نام مریم نوشاد ہے۔ میں پانچ سال کی ہوگئی ہوں۔ میں اسکالر اسکول ابوالفضل کی طالب علم ہوں۔ میں خود تو بچوں کی دنیا پڑھ نہیں پاتی ہوں لہٰذا میرے پاپا مجھے کہانیاں پڑھ کر سناتے ہیں۔ دیگر تصویریں میں خود ہی دیکھتی ہوں۔ جو مجھے بہت پسند آتی ہیں۔ میری دعا ہے کہ یہ رسالہ ترقی کی راہ پر آگے بڑھتا رہے۔

مریم نوشاد، اسکالر اسکول، جامعہ نگر، نئی دہلی

میں وقار انور انصاری آسام سے لکھ رہا ہوں۔ آسام کے کسی اسکول میں اردو کی پڑھائی نہیں ہے سوائے مدرسہ کے۔ میں درجہ دہم میں ہوں۔ بچوں کی دنیا دادا کے ہاتھ میں دیکھ کر بے چین ہوجاتا ہوں۔ اسی لیے دادا جی اسداللہ انصاری سے

وقت نکال کر اردو پڑھتا ہوں۔ آپ بھی دعا کریں کہ اردو اچھی طرح لکھنا پڑھنا سیکھ لوں پھر اپنی تصویر کے ساتھ خط ارسال کروں گا۔

وقار انور انصاری، درجہ دہم، ذکرائی ہائی اسکول، ایٹم کھولا (آسام)

□ میں ساتویں جماعت میں پڑھتی ہوں۔ میری یہ خواہش ہے کہ فیس بک کے کالم میں میرا نام بھی شائع ہو اور مجھے اردو پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ مجھے ڈرائنگ بنانے کا بہت شوق ہے۔ مجھے کہانی کی کتابیں پڑھنے کا بھی شوق ہے۔

انجم بی شیخ مظفر، ساتویں جماعت، ضلع پریشد اردو اسکول سبھاش نگر، تعلقہ شیر پور

□ میرا نام حمیرہ کوثر شیخ رحمٰن ہے، میں ہر مہینے پابندی کے ساتھ 'بچوں کی دنیا' خرید کر لاتی ہوں۔ واقعی آپ نے بچوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تازہ شمارہ اتنا خوبصورت ہے جتنی تعریف کروں کم ہے ہر مہینے اس رسالے کا بڑی بے صبری سے انتظار رہتا ہے۔

حمیرہ کوثر شیخ رحمٰن، محمد علی روڈ بھساول ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

□ میرا نام فاطمہ ہے۔ میں جماعت ہفتم کی طالبہ ہوں۔ آج کا دور ترقی کا دور ہے اور اس ترقی کے دور میں میں نے کئی کتابیں پڑھیں لیکن مجھے 'بچوں کی دنیا' بہت پسند آئی۔ بچوں کی دنیا دوست کی طرح ہے جو ہمارا اکیلا پن دور کرتی ہے۔ اس کی وجہ سے ہمیں اردو پڑھنے میں آسانی ہورہی ہے۔ ہماری معلومات میں اضافہ ہورہا ہے۔ نظمیں، کہانیاں، لطیفے پڑھ کر دل خوش ہوجاتا ہے۔

فاطمہ شریف کھاٹک، ضلع پریشد اردو اسکول سبھاش نگر، تعلقہ، شیر پور

□ میں محمد رافع ذاکر حسین، محمدیہ بوائز اردو ہائی اسکول میں زیر تعلیم ہوں۔ میں ہفتم جماعت کا طالب علم ہوں۔ مجھے 'بچوں کی دنیا' بہت پسند ہے۔ میں روزانہ 'بچوں کی دنیا' کا مطالعہ کرتا ہوں تبھی مجھے نیند آتی ہے۔ انکل! مجھے موٹی تازی بچوں کی دنیا چاہیے تاکہ پورا ایک مہینے مطالعہ کرتا رہوں۔ یہ بہت جلد ختم ہوجاتی ہے۔

انصاری محمد رافع ذاکر حسین، 80 فٹ روڈ، نجم نگر، دھولیہ

□ انکل جی آداب! میرا نام روز مین ناز قیوم خان ہے۔ میں نہم (الف) جماعت میں پڑھتی ہوں۔ مجھے جنوری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ پلیز مجھے پڑھنے دو! سے ہمیں پڑھنے لکھنے کی اہمیت سمجھ میں آئی۔

روز مین ناز قیوم خان، نہم (الف)، علی صاحب محلّہ، نندوربار

□ انکل جی آداب! میرا نام عاقب خان انیس ہے۔ میں ساتویں جماعت کا طالب علم ہوں۔ انکل جی مجھے 'بچوں کی دنیا' بہت اچھی لگتی ہے۔ میری ڈرائنگ کو 'بچوں کی دنیا' میں جگہ دی اس کے لیے آپ کا بہت بہت شکریہ!

عاقب خان انیس خان، جماعت ساتویں (سی)، علی صاحب محلّہ نندوربار

□ میرا نام وسیم ابراہیم منیار ہے اور میں نویں جماعت ایس ایس اے اردو ہائی اسکول شہر شولاپور میں تعلیم حاصل کررہا ہوں۔ میں روزانہ 'بچوں کی دنیا' پڑھتا ہوں۔ مجھے اس کی کہانیاں اچھی لگتی ہیں۔

وسیم ابراہیم منیار، ایس ایس اے اردو ہائی اسکول شولاپور، مہاراشٹر

□ میں درجہ پنجم میں پڑھتی ہوں۔ میں 'بچوں کی دنیا' کا ہر مہینے بڑی بے صبری سے انتظار کرتی ہوں۔ مجھے نظمیں اور کہانیاں پڑھنا اور ننھے فنکاروں کی تصویر دیکھنا بے حد پسند ہے اور اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کو بھی یہ رسالہ دکھاتی ہوں۔

شارقہ تبسم شیخ اسماعیل، عائشہ نگر، یاول، ضلع جلگاؤں

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

صفحات:433، قیمت:193 روپے

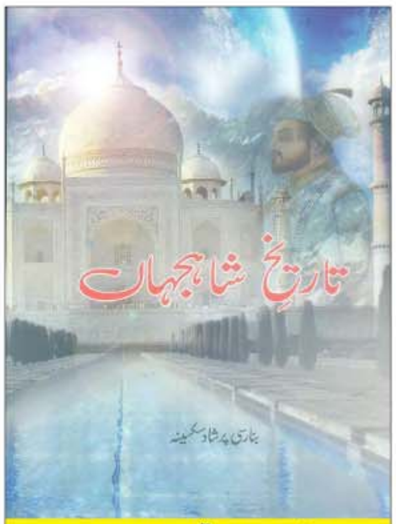

صفحات:466، قیمت:197 روپے

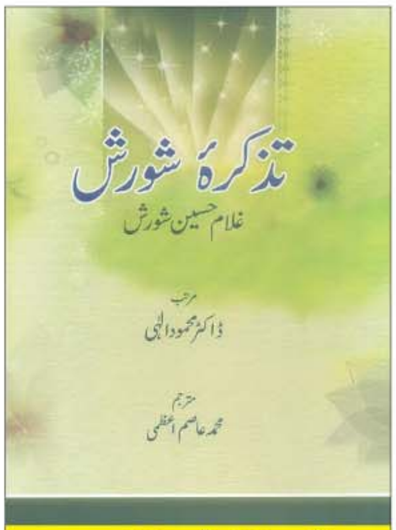

صفحات:450، قیمت:198 روپے

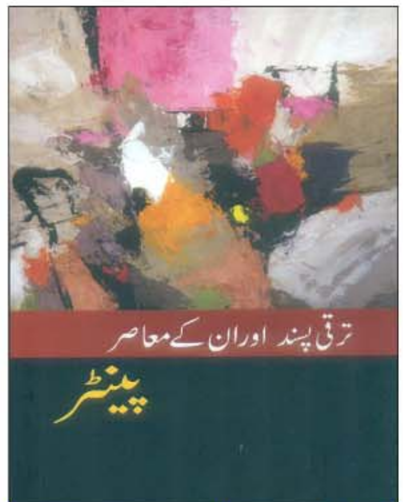

صفحات: 247، قیمت:126 روپے

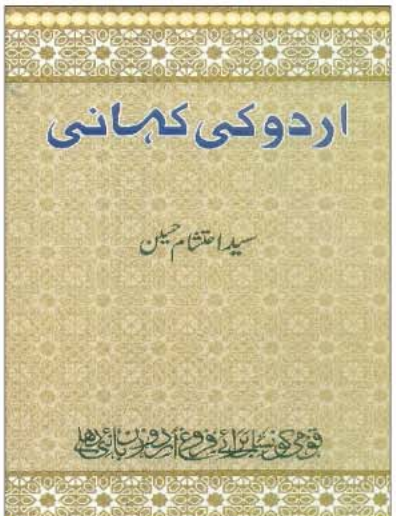

صفحات:104، قیمت:125 روپے

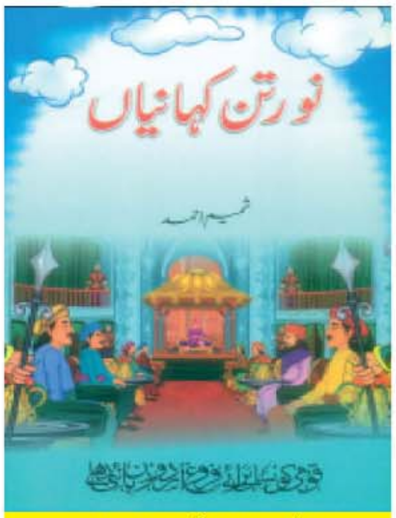

صفحات:155، قیمت:37 روپے

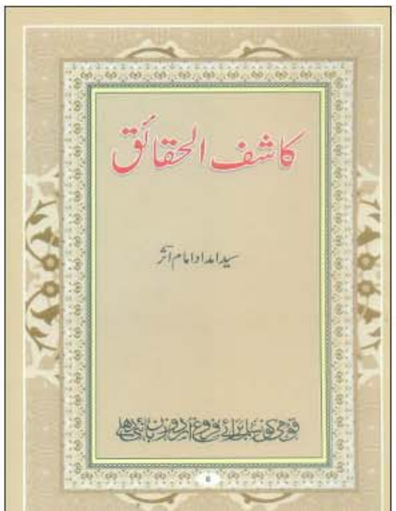

صفحات:740، قیمت:305 روپے

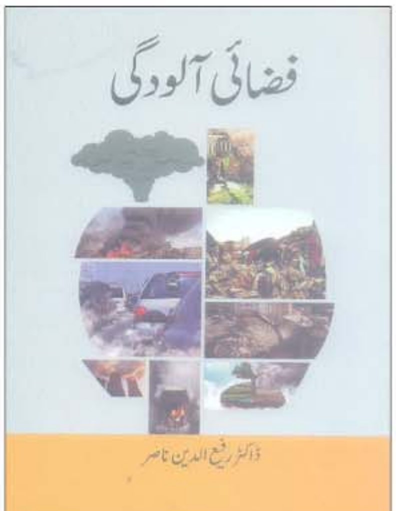

صفحات:179 قیمت:108 روپے

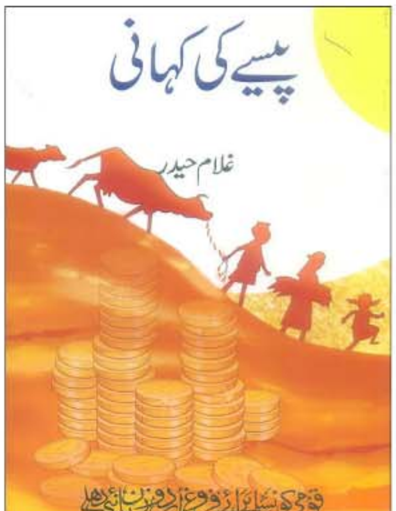

صفحات: 80، قیمت:22 روپے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون:011-26109746 فیکس:011-26108159 E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

BACHON KI DUNIYA Monthly, May 2016, Vol. 04, Issue: 5
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, Ministry of Human Resource Development, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439-2016-18
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/04/16
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

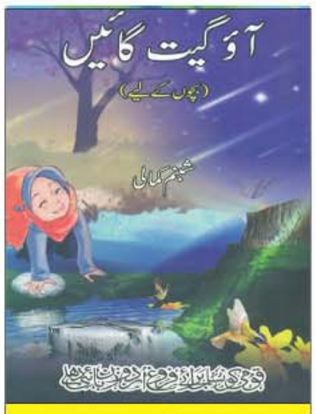

صفحات:73 ، قیمت:17 روپے

صفحات:64 ، قیمت:24 روپے

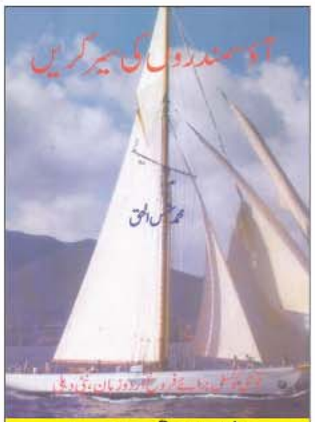

صفحات:183، قیمت:20 روپے

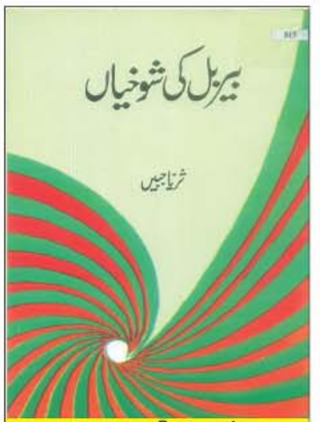

صفحات:64 ، قیمت:40 روپے

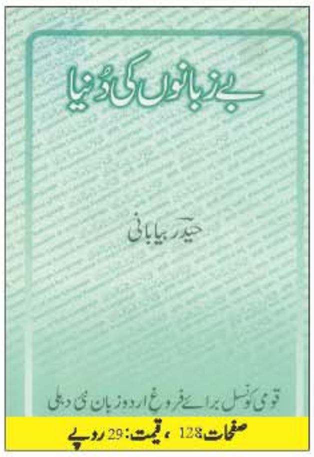

صفحات 128 ، قیمت:29 روپے

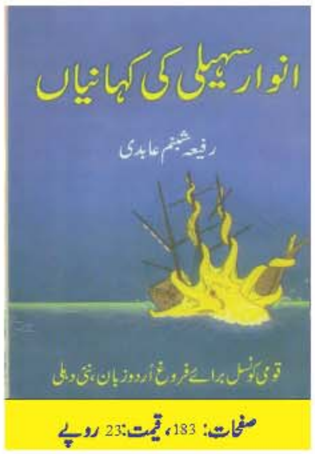

صفحات: 183، قیمت:23 روپے

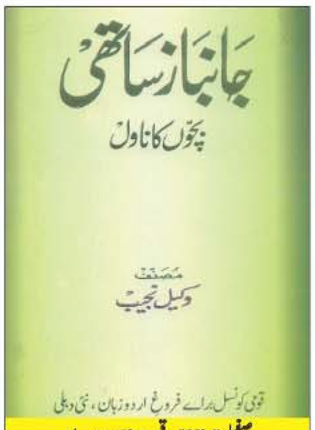

صفحات:200، قیمت:42 روپے

صفحات:65، قیمت:14 روپے

منگانے کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066

فون:011-26109746، فیکس:011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

Printed and Published by Prof. Syed Ali Karim, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.